اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
نفیس

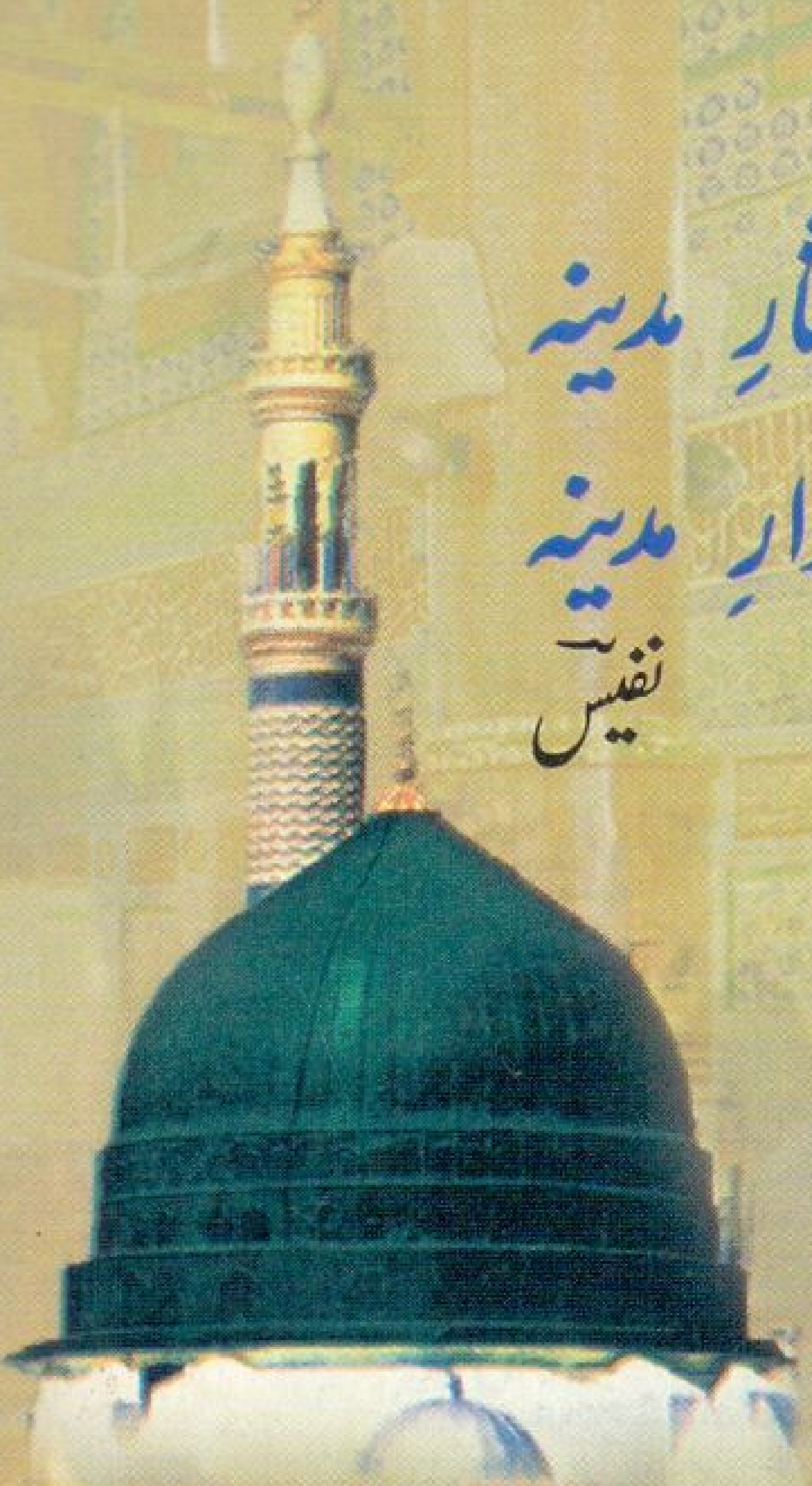

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
سنہ 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۱ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۔ فروری ۲۰۰۳ء شمارہ : ۲

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے		سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	"	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	"	۱۶ ڈالر
برطانیہ	"	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301

فون : 7724581 فون/فیکس : 92-42-7726702

E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپواکر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۵
حقیقتِ حج	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	۷
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۱۵
فہم حدیث	حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۲۵
دینی مدارس میں عصری تعلیم	حضرت مولانا صدر الدین صاحب الاعظمی القاسمی	۳۲
چند زریں ہدایات	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی	۴۰
دینی مسائل		۴۸
تنقید و تقریظ		۵۷
تحریک احمدیت		۵۲
تنقید و تقریظ		۵۷

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

☆

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمُود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد!

امریکہ کی جانب سے عراق کے خلاف جنگ کی جنونی دھمکیوں کا سلسلہ تا حال جاری ہے جبکہ امریکہ کا بغل بچہ برطانیہ کا ''ٹونی بلیئر'' اسی جنون میں مبتلا ہانپ رہا ہے۔ ان ملکوں کے عوام اپنی حکومتوں کی ان پالیسیوں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں مگر اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ امریکہ بہادر اور اس کے بغل بچے کے جنگی جنون کی اصل وجہ اُمّت مسلمہ کے حکمرانوں کی عیاشیاں اور دنیا کی محبت ہے اس چیز نے ان کی اتحاد اور قوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اپنے مذموم اغراض کی خاطر وہ آپس میں دست وگریباں ہیں۔ اس نازک موقع پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ عراق کے ساتھ اور دیگر مسلم ممالک کے ساتھ اپنے باہمی اختلافات کو بھلا کر کفر کے سامنے پہاڑ کی مانند ڈٹ جاتے، مگر اس کے برخلاف عالمِ اسلام میں ممتاز مقام رکھنے والے ملک پاکستان کی حکومت کی جانب سے بھی عراق کے خلاف کشمیر کے حوالہ سے بے موقع بیانات کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ پاکستان کے مقابلہ میں بھارت کی طرف عراق کا جھکاؤ ہمیشہ زیادہ رہا ہے حالانکہ بہت سے عرب اور غیر عرب مسلم ممالک بھی بھارت کی طرف پاکستان کے مقابلہ میں زیادہ جھکاؤ رکھتے ہیں مگر پھر بھی پاکستانی حکمران صبح شام ان کی کاسہ لیسی میں لگے ہوئے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس موقع پر اختلاف کو نظر انداز کر دیا جاتا اور اپنے مسلمان بھائی عراق کو گلے لگا کر کفر کو للکارا جاتا۔ رأس الکفر امریکہ کو خوش کرنے کے بجائے اس کا گھیراؤ کیا جاتا ہمارے حکمران اُس امریکہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں جو کبھی بھی خوش نہیں ہو سکتا، اس نے تو ہمیشہ ہماری ہلاکت کی کوشش کی ہے ہر آڑے وقت میں دھوکہ دیا ہے ہم سے ایف ۱۶ طیاروں اور دیگر جنگی ساز وسامان کی قیمت وصول کر لینے کے باوجود ان کی

فراہمی روکے رکھی اور آج تک ایف ۱۶ ہمیں نہیں دیئے اور نہ ان کی قیمت واپس کی بلکہ یہ دباؤ ڈالا گیا کہ ان پیسوں کے بدلہ زرعی اجناس خریدی جائیں۔ بھارت کے ایٹمی دھماکہ پر خاموشی اختیار کی گئی اور ہمارے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا اور پابندیاں بھی لگائی گئیں، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک جنگ میں امریکہ کے اتحادی ہونے کے باوجود ہمارے ہی خلاف دفاعی پابندیاں لگائی گئیں۔ بھارت روس سے ایٹمی آبدوزیں حاصل کر رہا ہے اس کے باوجود امریکہ اس کو میزائیل شکن پروگرام دے رہا ہے۔ ایسے ازلی دشمن کو ماضی کے تلخ تجربات کے باوجود خوش کرنے کی کوشش کرنا اور محض کشمیر کے مسئلہ کو بہانہ بنا کر جس پر آج تک خود پاکستان کے سیاست دان ہی مخلص اور سنجیدہ نہیں ہیں اس مسئلہ پر مختلف بلکہ متضاد خیالات رکھتے ہیں اپنے برادر مسلم ملک سے گِلہ کرنا اور اس کے مقابل آ کھڑا ہونا انجام کے اعتبار سے ملک وملت کے لیے کسی بھی طرح بہتر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو ہمت وجراءت اور عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلهم

درسِ حدیث

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہِ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری ومقبول فرمائے۔ (آمین)

''فضائلِ اہلِ بیت''

تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۳۹/سائیڈ بی ۸۴-۸-۲۴

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ (رواہ الترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۵۷۰)

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد!

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ جو ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حُسینؓ ان سب کے بارے میں فرمایا انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالم دونوں طرح ہے جو ان سے لڑے اُس کی مجھ سے لڑائی ہے اور جو ان سے مصالحت رکھے اس سے میری مصالحت ہے۔

فضیلت حضرت علیؓ بزبانِ حضرت عائشہؓ :

ایک تابعی ہیں جُمَیع بن عُمَیر وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس گیا میں نے دریافت کیا ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون جناب رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ''فاطمہؓ'' میں نے دریافت کیا کہ مردوں میں کون آدمی بہت محبوب تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ان کے شوہر یعنی ''حضرت علی رضی اللہ عنہ''۔

حضرات صحابہؓ کی جانب سے اہلِ باطل کا رد :

اصل میں حضرت علیؓ کے خلاف ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا اُس گروہ کے رد کے لیے سب صحابہ کرامؓ

کو جو معلوم تھا وہ بیان کرتے رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی پوچھا گیا ہوگا تو انھوں نے ان کی فضیلت بتائی۔ حضرت آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنۃ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار کہلائیں گے یہ سب روایات ترمذی کی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ ھما ریحانی من الدنیا یہ دنیا میں میرے پُھول ہیں خوشبو کے اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا ای اھل بیتک احب الیک جناب کے اہلِ خانہ میں کون سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے تو ارشاد فرمایا کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے مجھے بہت محبت ہے، بچوں سے محبت ہوتی بھی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ فرمایا کرتے تھے اُدْعُی لی ابنیّی میرے بیٹوں کو بلادو فیشمھما ویضمھما پھر آپ ان کو سونگھتے تھے اور ان کو چمٹاتے تھے۔ عربوں کی عادت تھی کہ سونگھتے تھے اور چمٹاتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے بریدۃ راوی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں آگئے ان دونوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہن رکھی تھیں چل بھی رہے تھے اور لڑکھڑا بھی رہے تھے وہاں کہیں سے ٹھوکر لگ رہی تھی جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے اُتر گئے ان دونوں کو اُٹھالیا اور لاکر اپنے سامنے بٹھالیا پھر ارشاد فرمایا صدق اللّٰہ اللہ نے سچ فرمایا انما اموالکم و اولادکم فتنۃ تمھارے مال اور تمھاری اولاد سب آزمائش کی چیزیں ہیں یہ فتنہ ہیں فتنہ آزمائش کی چیز کو کہتے ہیں امتحان کی چیز کو کہتے ہیں نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران میں نے دیکھا ان دونوں بچوں کو کہ یہ چلتے بھی آرہے ہیں ان کو ٹھوکر بھی لگ رہی ہے فلم اصبر میں رُک نہ سکا حتی قطعت حدیثی ورفعتھما میں نے اپنی بات درمیان میں چھوڑی اور پھر میں ان کو اُٹھا کر لایا۔

آقائے نامدار ﷺ سے ایک اور صحابی ہیں حضرت یعلیٰؓ وہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا حسین منی وانا من حسین یہ حسینؓ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ احب اللّٰہ من احب حُسَیْناً جو حسینؓ سے محبت کرے اللہ اُسے محبوب رکھے یہ دعا ہوگئی حسین سبط من الاسباط حسینؓ جو ہیں یہ ایک شاخ ہیں شاخوں میں سے، نسل کی ایک شاخ ہیں............ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حسنؓ جو ہیں ان میں مشابہت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی سینے سے لے کر اُوپر کے حصہ تک اور حسینؓ میں زیادہ شباہت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی اس سے نچلا حصہ جو ہے اس میں تو آقائے نامدار ﷺ نے ان سے بہت محبت کی ہے اور ان کا اس اعتبار سے بہت بڑا درجہ بن جاتا ہے۔ سب ہی ان سے محبت رکھتے ہیں اور اہل سنت والجماعت محبت میں اعتدال رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راہ پر قائم رکھے اور آخرت میں ان حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حقیقتِ حج

ذیل میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ کی وہ تقریر درج کی جارہی ہے جو حضرت ممدوح نے سفرِ حجاز میں تشریف لے جاتے ہوئے محمدی جہاز میں مسافرانِ حجاز کے سامنے فرمائی تھی۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہونا میں فضول اس وجہ سے سمجھتا تھا کہ بڑے بڑے حضرات موجود ہیں اور ان کی تقاریر برابر ہوتی رہی ہیں۔ میں نہ اعلیٰ درجے کی تقریر کرسکتا ہوں اور نہ اس میدان کا ماہر ہوں اور اب میں کمزور بھی ہو گیا ہوں، مگر مجھ کو بار بار حکم دیا گیا اس لیے کچھ روشنی عبادتِ حج کے متعلق ڈالنا چاہتا ہوں۔

میرے بزرگو! تمام عالم میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ آزاد رہے۔ دوسرے کا تابعدار ہوکر نہ رہے۔ کسی کی تابعداری اس وقت ہوتی ہے جبکہ تابعداری پر مجبوری ہو۔ تابعداری کے تین اسباب ہیں :

(۱) ایک یہ کہ نفع کی اُمید ہو۔ بادشاہوں اور مالکوں کی تابعداری اسی وجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ نفع پہنچائیں گے اور حاجت رفع کریں گے۔

(۲) دوسرا سبب نقصان کا اندیشہ ہے یعنی کسی شخص سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو کہ مارے گا پیٹے گا، اگر اس کی تابعداری نہ کی تو اس سے نقصان پہنچے گا۔

(۳) تیسرا سبب تابعداری کا محبت ہے۔ کسی سے محبت ہو تو اس کی محبت کی وجہ سے اس کی تابعداری کی جاتی ہے محبوب اگرچہ کمزور ہو، اس سے نفع کی اُمید ہو نہ نقصان کا اندیشہ۔ دیکھو ماں باپ اولاد کی تابعداری کرتے ہیں۔ بچے جو مطالبہ کرتے ہیں ماں باپ اس کو پورا کرتے ہیں۔ صرف محبت کی وجہ سے ماں باپ بچے کی تابعداری کرتے ہیں اس کی ہر بات کو مانتے ہیں اور اس کی پرورش کرتے ہیں حالانکہ ان کو بچہ سے نفع کی کوئی اُمید نہیں نہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ محبت کا تقاضا ہے کہ انسان محبوب کی تابعداری کرے۔

شاعر کہتا ہے ؎

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور اس کے حکم کے خلاف کرتے ہو یہ محبت کے قانون کے خلاف ہے۔

عاشق کی تو نشانی یہ ہے ؎

یُدَارِیْ هَوَاهُ ثُمَّ یَکْتُمُ سِرَّهٗ
وَیَخْشَعُ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ وَیَخْضَعُ

حاصل کلام یہ ہے کہ تابعداری کے یہی تین اسباب ایک کو دوسرے کی تابعداری پر مجبور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میں یہ تینوں اسباب بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس قدر نفع کی اُمید ہے کہ دنیا میں کسی سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا مربی، سب کا نگران، سب کا پیدا کرنے والا اور سب کا پالنے والا ہے۔ کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو اس قدر نفع نہیں پہنچا سکتا۔ **وللّٰہ ملک السمٰوات والارض ، مالک الملک تؤتی الملک من تشآءُ و تنزع الملک ممن تشا ء وتعزمن تشاء وتذل من تشاء بید ک الخیر انک علیٰ کل شیءٍ قدیر۔**

جسے چاہتا ہے شہنشاہ بنا دیتا ہے، جسے چاہتا ہے غریب رکھتا ہے۔ سب کچھ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں سب اُسی کی ہیں، **وما بکم من نعمة فمن اللّٰہ**۔ اس کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ اس کی نعمتیں جو تم کو مل رہی ہیں ان گنت اور بے شمار ہیں۔ تم جو مانگتے ہو وہ تم کو دیتا ہے **واٰتٰکم من کل ما سالتموہ** اس لیے اللہ تعالیٰ سے نفع کی اُمید جتنی تمام مخلوق کو ہے اور ہو سکتی ہے اتنی اور کسی سے نہیں۔ ہم دنیاوی زندگی اور اُخروی زندگی میں اللہ ہی کے محتاج ہیں۔ وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ مطلع ہے کوئی اس کے احاطہ سے خارج نہیں۔ اسی طرح نقصان کا اندیشہ جتنا اس سے ہے اور کسی سے نہیں۔ جا بجا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے تمہارے معبود ہیں ان سب کے اندر نہ مالکیت نفع کی ہے نہ مضرت کی۔ **افتعبدون من دون اللّٰہ مالا ینفعکم شیئًا ولا یضر کم**۔ خدا کے سوا کسی سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں۔ اگر اللہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور تمام مخلوق مل کر اس کو نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچ سکتا اور اگر خدا کسی کو نقصان پہنچانا چاہے اور سارا جہان مل کر بھی اُس کو نفع پہنچانا چاہے تو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ حقیقۃً نفع کی اُمید اور نقصان کا اندیشہ اُسی سے ہے جسے چاہے نواز دے، جس کو چاہے بادشاہ بنا دے، جس کو چاہے مریض بنا دے، مالک الملک ہے۔ جسے چاہے ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کر دے، جسے چاہے مصیبت میں ڈال دے، جسے چاہے مصیبتوں سے نجات دیدے۔ ہر چیز کا جاننے والا ہر ایک کو پالنے والا وہی خداوند کریم ہے۔ صفت مالکیت کی وجہ سے جنات اور ملائکہ پر بھی اس کی تابعداری ضروری ہے۔ اس کی صفتِ مالکیت کا تقاضا ہے کہ ہمیشہ اس کی تابعداری کی جائے کیونکہ اس کو اگر راضی کیا جائے گا تو ہر قسم کی نعمتیں پہنچیں گی اور اگر اس کو ناراض کیا جائے گا تو ہر ایک نقصان کا اندیشہ ہے۔ تیسری وجہ تابعداری کی محبت ہے۔ محبت کے چار اسباب ہوتے ہیں : (۱) کمال (۲) جمال (۳) احسان (۴) قرب

(۱) کسی میں کوئی کمال ہوتا ہے تو اس سے اس ''کمال'' کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے۔ ع

''کسب کمال کُن کہ عزیزِ جہاں شوی''

اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز میں جس قدر کمال رکھتا ہے دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا۔

(۲) دوسرا سبب محبت کا ''جمال'' ہے۔ حُسن و جمال بھی محبت کا سبب ہوتا ہے۔ سورج، چاند، ستارے، فرشتے اور انسانوں میں مرد اور عورت میں جو بھی حُسن اور جمال پایا جاتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ دینے والا وہی چیز دے سکتا ہے جو خود اس کے پاس موجود ہو، جبکہ ہر ایک شے میں جو کچھ بھی حُسن و جمال ہے وہ سب خدا ہی کا دیا ہوا ہے تو خود خدا کے اندر حُسن و جمال کا ہونا، بلکہ سب سے زیادہ اور سب سے اکمل و اعلیٰ درجہ کا ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰہ جمیل و یحبُّ الجمال**۔ کسی میں کوئی جمال ہے تو اس کا مبداء ذات باری تعالیٰ ہے۔ چودھویں رات کے چاند میں جو جمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حیوانات، جمادات، فرشتے، انسان، مرد اور عورتوں میں جو بھی حُسن و جمال ہے وہ سب اسی کا ہے۔ جس مخلوق میں تھوڑا سا بھی حُسن ہوتا ہے اس پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ چکور کو چودھویں رات کے چاند سے محبت ہے بُلبل کو گل سے۔ وہ خدا جس نے سب کو حُسن و جمال عطا فرمایا ہے خود اس میں جتنا حُسن و جمال ہے کسی چیز میں نہیں۔

(۳) تیسرا سبب محبت کا ''احسان'' ہے۔ **الا نسان عبد الاحسان**۔ کیا اللہ تعالیٰ کے احسان کے برابر کسی کا احسان ہو سکتا ہے۔ کیا اللہ جیسا محسن کوئی ہو سکتا ہے۔ ماں باپ کو دیکھیے کہ ان کا احسان اپنی اولاد پر جتنا ہوتا ہے کسی کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اللہ کی صفتِ خالقیت کے مظہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہر انسان بلکہ ہر مخلوق پر جس قدر ہے کسی کا بھی نہیں ہم کو ہمارے ماں باپ کو وجود سے نوازا۔ دیکھنے چلنے پھرنے کی طاقت سب اس نے دی۔ خدا کا احسان ہر مخلوق پر جب سب سے زیادہ ہے تو چاہیے کہ اس سے محبت بھی سب سے زیادہ اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اس جیسی محبت کسی دوسرے سے نہ ہو۔ انسان پر اللہ تعالیٰ کا احسان کتنا بڑا ہے کہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور اس کی راحت کے تمام ساز و سامان پیدا کر دیے۔ **خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ** یعنی انسان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اس پر احسانات کی بارش فرمائی۔ پیدا کرنے کے بعد اس قدر احسانات کیے کہ ان کا احاطہ اور شمار ممکن نہیں **واتاکم من کل ماسألتموہ وان تعد وانعمة اللہ لا تحصوھا**۔ تمام چیزوں کو تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ **خلق لکم مافی الارض جمیعا** اور صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ سب چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا **الم تروا ان اللہ سخرلکم مافی السمٰوات وما فی الارض وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہ ظَاھِرَةً وبَاطِنَةً**. یہ سب کے سب تمہاری اطاعت کرتے ہیں، تمہاری خدمات میں لگے ہوئے ہیں بیگار میں۔ کوئی تم سے اپنی خدمات کی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ بغیر اُجرت کے شب و روز تمہاری خدمات میں ہر ایک مخلوق لگی ہوئی ہے۔ چاہے آسمان میں ہو یا زمین میں۔ یہاں تک کہ فرشتے تمہاری خدمات کرتے ہیں۔ فرشتوں میں اعلیٰ درجے کے مقرب فرشتے حاملین عرش بھی تمہارے لیے مسخر ہیں اور شب و روز دعا گوئی کرتے ہیں: **الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم**

ویستغفرون للذین اٰمنوا ربنا وسعت کل شیءٍ رحمة وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم ربنا وادخلهم جنات عدنِ التی وعد تهم ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم و ذریتٰهم انک انت العزیز الحکیم وقهم السّیئات ومن تق السّیئات یومئذٍ فقد رحمته وذٰلک هو الفوز العظیم.

یہ فرشتے تمہارے لیے، تمہاری اولاد کے لیے، تمہاری بیویوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے عام فرشتوں کو تمہارے لیے مسخر اور تابعدار بنادیا۔ وہ تمہاری خدمات کرتے ہیں ۔تمہاری حفاظت کرتے ہیں بادلوں کو چلانا، پہاڑوں کی حفاظت کرنا، دریاؤں کو چلانا یہ سب کام ان کے ذمے ہیں اور یہ ساری خدمات مفت بلا معاوضہ کرتے ہیں ۔تم سے اس پر تنخواہ یا اُجرت اور مزدوری نہیں طلب کرتے ۔اللہ تعالیٰ کا احسان انسان پر بالخصوص مسلمانوں پر جس قدر ہے اتنا کسی پر نہیں ۔اس لیے اگر احسان کی وجہ سے محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ سے کی جانی چاہیے اور اس جیسی محبت کسی سے نہ ہونی چاہیے۔

(۴) چوتھا سبب محبت کا ''قرب'' ہے۔قرابت داری کی وجہ سے بھی محبت کی جاتی ہے۔ بیٹا قریب ہے باپ کا بلکہ جزو ہے، بھائی جزو ہے باپ کا ،ماں باپ اولاد وغیرہ کی محبت قرابت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔اب دیکھو کہ خدا تمہارے کس قدر قریب ہے۔تم خود بھی اپنی ذات سے اس قدر قریب نہیں ہو۔

لقد خلقنا الانسان ونعلم مانوسوس به نفسه ونحن اقرب الیه من حبل الورید. وهو معکم اینما کنتم۔(قرآن الحکیم)

اگر قربت داری کے باعث محبت ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ قریب ہے۔مختلف آیتیں اس پر شاہد ہیں کہ انسان کو خود اپنے سے اور کسی انسان سے اتنا قُرب نہیں جتنا اللہ تعالیٰ سے ہے ۔وہ تمہاری روح سے متصل ہے۔**وفی انفسکم افلا تبصرون۔**

میرے بھائیو! محبت کے یہ چاروں سبب اللہ تعالیٰ میں بدرجہ اتم واکمل موجود ہیں تو چاہیے کہ اللہ کی محبت بھی ہر چیز سے زائد ہو۔خدائے پاک کی دو صفتیں ہیں : (۱) جلال (۲) جمال ۔مالکِ نفع ونقصان ہونا صفتِ جلال کے ماتحت ہے اور محبوب ہونا جمال کی وجہ سے ہے ۔جو عبادات محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا طریقہ الگ ہے اور جو مالکیت کی وجہ سے ہوتی ہیں ان کا طریقہ الگ۔ مالکیت میں آداب وسنن کا لحاظ ضروری ہے۔عقل سے سوچ بچار کرکے ہر کام کو کیا جائے۔ دو عبادتیں نماز اور زکوٰۃ صفتِ مالکیت کے ماتحت مقرر فرمائیں ۔نماز میں **من اوله الیٰ اٰخره** ہر جزو میں آداب کی

ضرورت ہے۔اس میں ذراسی بھی بے ادبی ہوگی تو عتاب ہوگا۔اسی طرح محبوبیت کا تقاضا ہے کہ محبوب ومحب کے طریقہ پر عمل کی جائے ۔

موسیا آدابِ داناں دیگر اند
سوختہ جاں ور داناں دیگر اند

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بے خودی پیدا ہو جائے۔اس راہ میں جتنی بے خودی ہوگی اتنا ہی کمال ہوگا ۔

عشق چوں خام است باشد بستہ ناموس ونگ
پختہ مغزانِ جنوں راکے حیا زنجیر پاست

محبت کا تقاضا یہ کہ اپنی عقل ،نزاکت ،آراستگی اور ہوش سے نکل جائے عشق جب پورا ہوگا کہ اپنے آپ کو پروانے کی طرح محبوب پر نثار کردے ۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیا موز
کاں سوختہ جاں شدو آواز نیامد

عشق میں جس قدر بے خودی پائی جائے اسی قدر محمود ہے۔ع

عاشقاں را مذہب و ملّت جُدا است

جب پیت بھئی تب لاج کہاں سنسار ہنسے تو کیا ڈر ہے
دُکھ درد پڑے تو کیا چنتا اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے

انسان جوکہ اشرف المخلوقات ہے اس کے اندر ایسا عشق ہونا چاہیے جو نہ بُلبل میں نہ پروانے میں۔اور نہ کسی کو ایسا عشق نصیب ہو۔

میرے بزرگو! روزہ اور حج یہ دو عبارتیں صفتِ محبوبیت کی بناء پر مقرر کی گئیں اور نماز وزکوۃ صفتِ مالکیت کی بنا پر۔اب دیکھو اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے پھر دوسروں سے بھی محبت رکھتا ہے تو اسے جھوٹا کہتے ہیں۔محبوب کے علاوہ سب کو چھوڑ دینا محبت کا تقاضا ہے **فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا.** اللہ تعالیٰ کا جمال گوارا نہیں کرتا کہ دوسرے سے بھی محبت کی جائے۔

پہلی منزل محبت کی ہے کہ محبوب کے سوا سب سے منہ پھیر لو۔روزہ میں کھانا پینا اور بیوی سے ہم بستری کو چھوڑ دیتے ہیں۔یہ عام لوگوں کے لیے ہے۔مگر خواص کا روزہ یہ ہے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دیں اور اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ ذاتِ مقدسہ کے سوا سب کو چھوڑ دیں۔غیر اللہ کو سامنے بھی نہ لائیں۔یہ عشق کی پہلی منزل ہے رمضان گزرا شوال سے

عشق کی دوسری منزل شروع ہوئی۔ دوسری منزل یہ ہے کہ محبوب کے درودیار کی طرف توجہ کی جائے۔ جہاں اس کا کوچہ ہے، جہاں اس نے دوسروں کو نوازا ہے وہاں جایا جائے۔ اس کے درودیوار کے پاس پہنچا جائے اور جمالِ محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے گھر کے اردگرد دیوانہ وار پھرا جائے اس کے درودیوار سے چمٹ کر اس کے سنگِ در کو بوسہ دیا جائے ۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیار دیَارِ لَیْلٰی
اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارِ وَ ذَاالْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدیار شغفن قلبی
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ نَزَلَ الدِّیَارَا

مجنوں کہتا ہے کہ میں دیارِ حبیب میں جب پہنچتا ہوں تو اس کے درودیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور مجھ کو ان درودیوار نے مجنوں نہیں بنایا بلکہ گھر والے نے من نزل الدیارا نے مجنوں بنایا ہے۔ جس قدر دیارِ محبوب سے قریب تر ہوتے جاؤ آتش شوق بھڑکتی جائے ۔

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتشِ عشق تیز تر گردد

عاشق کو کہاں زیبا ہے کہ عشق ہو اور لوگوں سے لڑے جھگڑے، اس پر شہوت کا غلبہ ہو اور معشوق کی نافرمانی کا صدور ہو۔ **فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج**۔ عاشق ہمیشہ سرنگوں رہتا ہے عشق کا تقاضا ہے کہ کسی امر میں کسی سے لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ اگر سچا عشق اور سچی محبت لے کر نکلے تو ہر چیز سے بالاتر ہو کر محبوب سے لپٹ جاؤ۔

میرے بھائیو! اللہ پاک کے گھر کی طرف جا رہے ہو۔ اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آئیں گی۔ ہمیشہ لڑائی جھگڑے سے بچتے رہو اور یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ خدائے پاک مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہارے ہر حال کو دیکھتا ہے۔ اسی کا نام لیتے ہوئے **لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک. ان الحمد والنعمة لک والملک، لاشریک لک** کہتے ہوئے چلو۔ یہ آواز بلند کرتے ہوئے اللہ پاک کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے تواضع وسکون کے ساتھ چلو۔ جس قدر ممکن ہو صبح وشام دوپہر چڑھتے ہوئے اُترتے ہوئے، ہر حال میں **لبیک اللّٰھم لبیک** الخ پڑھتے رہو۔ **لا شریک لک** بار بار کہا جاتا ہے سوائے تیرے ہمارا کوئی محبوب نہیں۔

سلے ہوئے کپڑے اُتار دو، خوشبو بھی ترک کر دو، دو کپڑے بغیر سلے ہوئے پہن لو، سر کو ننگا رکھو، جوتا پہنو، مگر پیر کے اوپر کی ہڈی اُبھری ہوئی چھپنے نہ پائے۔ سرمہ نہ لگاؤ، خوشبو نہ لگاؤ، بالوں کو نہ سنوارو، نہانا ضرورتِ شرعیہ سے جائز ہے،

خوشبو لگانا، بالوں کو اکھیڑنا، سنوارنا جائز نہیں، شکار مت کرو۔ غرض کہ دیوانوں کی صورت بناؤ۔ یہ چیزیں تو اس کے لیے ہیں جو ہوش وحواس میں ہو عشاق کو اتنا ہوش کہاں ۔

نو بہار است جنوں چاکِ گریباں مددے
آتش افتاد بجاں جنبشِ داماں مددے
ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک
اس کو سِیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا
عشق میں تیرے کوہِ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
عیش ونشاطِ زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

جس قدر مکہ معظمہ سے قریب تر ہوتے جاؤ دیوانگی اور جنوں کے آثار بڑھتے جائیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ اور خانہ کعبہ میں آثارِ صفتِ جمالیہ ظاہر ہیں۔ ہم کورے ان بزرگوں کی اطاعت اور پیروی میں جو یہ آثار دیکھتے ہیں اللہ کے گھر کے گرد سات چکر لگاتے ہیں۔ صفا ومروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔

بہر حال یہ عبادت مظہرِ عشق ہے اور اللہ تعالیٰ محبوب، اس کے اندر اسبابِ محبت باتم الوجوہ پائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی حقیقۃً محبوب ہیں۔ یہ حج اسی لیے فرض کیا گیا ہے کہ اسی محبوب حقیقی کے پروانے بنو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا۔ عاشق کو عشق کی راہ میں کوئی نصیحت کرتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اور وہ ناصح کو پتھر مارتا ہے جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جان کی قربانی دینے جارہے تھے تو راستہ میں تین جگہ ناصحِ نادان شیطان نے سمجھایا، باپ کے ساتھ کہاں جارہے ہو؟ اُنہوں نے پتھر مارے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچالیا اور جنت کے مینڈھے کو ذبح کرادیا۔ یہ اب شریعت ہے کہ مینڈھے اور دُنبے کو ذبح کرنا گویا بیٹے کو ذبح کرنا ہے۔ (رونے کی آواز)

اللہ تعالیٰ کا عشق لے کر جارہے ہو تو جس قدر ممکن ہو عجز اور انکسار اختیار کرو، جملہ عاشقوں کے سردار آقائے نامدار ﷺ پر جس قدر ممکن ہو درود شریف پڑھتے ہوئے تلاوت کر کے ہدیہ کیجیے۔ اس راہِ عشق کے سردار آنحضرت ﷺ ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک اور علماء کے ایک گروہ کے نزدیک پہلے مدینہ منورہ جانا افضل ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا اللّٰه واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللّٰه توابًا رحيما

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ تمام اُمت کے لیے بلکہ تمام عالم کے لیے رحمت ہیں۔ آپ کے پاس حاضری دے کر عرض کرو، یارسول اللہ ہم حاضر ہوئے ہیں، ہمارے لیے حج کی قبولیت کی دعا فرمائیے، شفاعت فرمائیے، پھر جناب

باری سبحانہ کے گھر کی طرف لوٹا جائے تا کہ آپ کے وسیلہ سے اللہ پاک حج کی اس عاشقانہ عبادت کو قبول فرمائے۔

میرے بھائیو! حج کے ایام میں سب سے زیادہ مقدس وقت وقوف عرفہ کا دن اور مزدلفہ کی رات ہے ایسا وقت نہیں ملے گا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ بے وقوفی کی وجہ سے اس مقدس وقت کو بات چیت، کھانے پینے میں صرف کر دیتے ہیں۔ (رونے کی آواز)

دیکھو بیوقوفی مت کرو، اس وقت کو بے کار مشغلوں میں ضائع مت کرو، اللہ اللہ کرو۔ تسبیح پڑھو، تلاوت کرو، درود پڑھو، دعا کرو، جبل رحمت کے پاس جانا ضروری نہیں، میدانِ عرفہ میں جہاں توبہ واستغفار کرو، بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی صورت اور سیرت سے بیزار ہیں۔ ڈاڑھی منڈواتے ہیں حضور ﷺ نے حکم دیا ہے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ "ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ"۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹھی پکڑ کر کٹاتے تھے۔ ایک مٹھی سے کم کو کتر وانہ صورت وسیرت محمدیہ سے نفرت کرنا ہے۔

دیکھو سکھ ایک بال پر قینچی نہیں لگاتے۔ شرم سے مرجانا چاہیے کہ مسلمان کو ایسا بڑا رسول ملا کہ کسی قوم کو نہیں ملا اور پھر بھی خود مسلمان ایسے پیارے رسول کی صورت اور سیرت سے بیزاری کا اظہار کرے۔

میرے بھائیو! اس سے بچو۔ آقائے نامدار محمد ﷺ کی صورت وسیرت کے عاشق بنو۔ **قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم.** محمد ﷺ جو محبوب ہیں اللہ کے، اگر ان کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا تم محبوب بن جاؤ گے **یحببکم اللّٰہ**۔ اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا۔ تمہارا بیٹا تم کو بہت محبوب ہے اگر کوئی لڑکا تمہارے بیٹے کی صورت میں تمہارے سامنے آجائے تو بے اختیار تم کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ ان کی صورت بناؤ، سیرت اختیار کرو صورت اور سیرت کی تابعداری کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا۔

اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرو، توبہ کرو، اس سے مایوس نہ ہو، جب تک موت نظر نہ آئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں حتی الامکان کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے جیسا کہ اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اسی لیے بے باک بھی مت بنو۔ اس سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ چلتے پھرتے کھاتے پیتے، سوتے جاگتے ہر وقت اس کا ذکر کرتے رہو۔ اگر ذکر کی عادت ڈالو گے تو سوتے وقت بھی ذکر جاری رہے گا اور مرنے کے وقت آخری سانس تک ذکر جاری رہے گا اور موت کے بعد جب اُٹھو گے اور قیامت قائم ہوگی تو آقائے نامدار ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔

دُعا کرو کہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو اور آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

سلسلہ نمبر۲ - قسط نمبر۱

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حُسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

گرمیٔ ہنگامہ ہے تیری حسین احمدؒ سے آج
جن سے ہے پرچم روایاتِ سَلَف کا سربلند

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

مولانا سیّد حسین احمد المدنی رحمہ اللہ ۱۲۹۶ھ/ ۱۹ ر شوال دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب میں گیارہ بجے تولد ہوئے، عیسوی ۱۸۷۹ ہوتا ہے۔ عربی سال کا تاریخی نام ''چراغ محمد'' ہے۔ بمقام بانگرمئو، آبائی وطن موضع اللہ داد پور تحصیل ٹانڈہ فیض آباد ہے۔

مدنی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں عرصہ دراز تک درس دیتے رہے۔ والد صاحب مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تھے اور خاندان کا ایک حصہ اب تک وہاں ہے کیونکہ چھوٹے اور بڑے بھائی سب وہیں رہے اب بھی چھوٹے بھائی قاضی سیّد محمود صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے[۱] مدینہ منورہ کے نائب امیر (ڈپٹی گورنر) ہیں اور اسی مناسبت سے حضرت مولانا کی اولاد مولانا اسعد صاحب و مولانا ارشد صاحب کا مدینہ منورہ آنا جانا اور قیام کرنا جاری ہے۔

---

۱ ان کا اسم گرامی سیّد حبیب محمود صاحب مدنیؒ ہے، افسوس کہ مدینہ منورہ میں گزشتہ رمضان المبارک کی ۷ ر تاریخ کو خالق حقیقی سے جا ملے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اللّٰھم اغفرلنا ولہ۔ محمود میاں غفرلہ

چند اجداد کا تعارف :

حضرت مولانا السیّد حسین احمد المدنی سادات حسینی کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ حضرت مخدوم سیّد احمد توختہ ''تمثالِ رسول'' (علیہ السلام) کی اولاد میں ہوئے ہیں حضرت توختہ رحمۃ اللہ علیہ ''ترمذ'' سے لاہور تشریف لائے تھے اور ۶۰۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے [۱]۔ حضرت توختہ قدس سرہ کے اوپر کے اجداد میں سے کوئی جد حضرت سلطان الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ ان کو سلطان الطائفہ نے دعا دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہاری نسل میں بکثرت اولیاء اللہ ہوں گے اور ہمیشہ ایک قطب ہوا کرے گا۔

''توختہ'' ترکی لفظ ہے اس کے معنے بہت دیر تک کھڑا رہنا ہے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو اندر حجرہ میں بلایا اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے آپ جب حجرہ میں جانے لگے تو حجرہ اندر سے بند پایا آپ اس کی دہلیز پر کھڑے ہو گئے اور رات بھر کھڑے رہے علی الصباح جب شیخ نے حجرہ کھولا تو آپ کو کھڑا دیکھ کر توختہ کا لقب عنایت فرمایا۔ اور ''تمثالِ رسول'' کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہم عصر کسی بزرگ نے واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اس زمانہ میں حضور کی اولاد میں کوئی حضور کی شبیہ موجود ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سیّد احمد توختہ کی زیارت کرو، وہ میرا شبیہ ہے اس کو دیکھا تو گویا مجھ کو دیکھا اسی لیے آپ تمثال رسول ﷺ سے ملقب ہوئے۔ حضرت توختہ قدس سرہ کی اولاد میں سے سیّد شاہ زید بن سید شاہ احمد زاہد مورث سادات ٹانڈہ وغیرہ کے ہیں ان کی اولاد میں سے ایک بزرگ سیّد شاہ عبدالوہاب قدس سرہ کا مزار بمقام شاہ دھورہ (متصل جونپور) ہے۔ ان کی ایک کرامت یہ تھی کہ ان کے مکان کے سامنے سے جس کسی کافر کا جنازہ نکلتا تھا تو پھر چل نہ سکتا تھا۔ یہ بزرگ چشتی تھے۔

شاہ نورالحق صاحب قدس سرہ سادات الہداد پور ٹانڈہ کے مورث اعلیٰ تھے۔ آپ شاہ داؤد چشتی ؒ کے خلیفہ ہیں شاہ داؤد سرمست قدس سرہ شاہ قطب بینا دل قلندر سَر انداز کے خلیفہ تھے اور حضرت بینا دل رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد بھی تھے۔ ان سب حضرات کے تعارف کے لیے چند سطور یہاں لکھتا ہوں :

شاہ قطب بینا دل فاروقی النسب ہیں آپ پیدائشی نابینا تھے مگر دل کی آنکھوں سے آنکھ والوں سے زیادہ دیکھتے تھے اسی لیے آپ کا لقب ''بینا دل'' مشہور ہو گیا۔ اثناء ذکر میں آپ کا جسم سر سے علیحدہ ہو جاتا تھا اسی لیے ان کا لقب ''سَر انداز'' بھی مشہور ہوا۔ بمقام سَر ہر پورہ ۲۵ رشعبان ۶۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴ رشعبان ۹۳۷ھ میں وفات پائی، مزار جونپور محلہ علن پور میں ہے ایک سو انچاس برس عمر پائی۔ واللہ اعلم۔

---

[۱] ۱۹۶۹ء میں مولانا مدنی ؒ کے صاحبزادے مولانا سیّد اسعد صاحب لاہور تشریف لائے تھے تو آپ نے اپنے جد امجد حضرت توختہ نوراللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری دی، مزار کے سرہانے نیا کتبہ نصب کرنے کے لیے رقم بھی عنایت فرمائی۔

شاہ داؤد چشتی سلسلہ چشتیہ اور قلندریہ وقادریہ وسہروردیہ میں مجاز ہیں۔ سرہر پورہ میں رہتے تھے ان کے دو خلیفے ہیں شاہ نورالحق سرہرپوری اور شاہ نورالحق ٹانڈوی (جدامجد حضرت مدنی (قدس اللہ اسرارہم العزیز)۔

مراۃ الاسرار میں ہے :

باز بنقل متواتر شنیدہ شد کہ شاہ نور در اوائل سال بسے ریاضات شاقہ کشیدہ بود پیوستہ درخدمت شاہ داؤد مشغول می بود بعد ازاں بحسب بشریت از وے درخدمت مفقار قصورے واقع شد شاہ داؤد فرمود کہ تو درخدمت من تساہل می ورزی پس من برائے خدمت خود شیخ نور دیگر پیدا می کنم ایں سخن گفتہ از قصبہ سرہر پور برخاست و در قصبہ ٹانڈہ رسید حضرت شیخ نور ثانی قدس سرہ دراں حال بقصبۂ ٹانڈہ درکسب قصاری اشتغال داشت شاہ داؤد برسر وقت او رسید د وجوہر استعداد او از راہ فراستِ باطن معائنہ نمودہ فرمود بابا تاکہ چوب را برسر چوب بزنی کاردیگر بہ ازیں درپیش گیر درساعت بردل وے جائے گرفت موجب اشارتش درہر چہ بود بیکبارازاں کار برآمدہ بہ دنبال شاہ داؤد افتاد وطریق خدمت دریافت ومجاہدات پیش گرفت وبحسن تربیتش بمرتبہ تکمیل

یعنی: اسکے بعد یہ ہے کہ بنقل متواتر سنتے آئے ہیں کہ شاہ نور نے ابتدائی سالوں میں بہت ریاضتہائے شاقہ کی تھیں مسلسل شاہ داؤد کی خدمت میں مشغول رہتے تھے اس کے بعد بمقتضائے بشریت ان روزمرہ کی عادت کے مطابق جو کام ہوا کرتے تھے ان میں کسی قسم کی کمی آئی شاہ داؤد نے فرمایا کہ تم میرے کاموں میں تساہل برتتے ہو لہٰذا میں اپنے کام کے لیے دوسرا شیخ نور ڈھونڈ کر نکالے لیتا ہوں۔ یہ بات فرما کر قصبہ سرہرپور سے اُٹھ آئے اور قصبہ ٹانڈہ پہنچے اس وقت حضرت شیخ نورالحق ثانی قدس سرہ ٹانڈہ کے قصبہ میں برائے معاش قصاری کا کام کرتے تھے۔ شاہ داؤد عین ایسے ہی وقت پہنچے ان کے جوہر استعداد کا نورِ فراست باطن سے معائنہ فرمایا اور فرمایا کہ بابا کب تک لکڑی کو لکڑی پر مارتے رہوگے اس سے بہتر کام اختیار کرو۔ اسی وقت حضرت داؤد ان کے دل پر چھا گئے ان کے اشارہ کے بموجب جس کام میں بھی وہ لگے ہوئے تھے یک لخت چھوڑ کھڑے ہوئے.........اور ان کی خدمت کا طریقہ اپنالیا اور مجاہدات شروع کردیے آپ کی حسن تربیتسے بم

وارشاد رسید تا آنکہ بشرف خلافت شاہ داؤد بہرہ مند گردید مرقد متبرک او نیز بقصبہ ٹانڈہ زیارت گاہ خلق است رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شیخ میرک قدس سرہ کہ در قصبۂ انبالہ آسودہ است خلیفہ شاہ نور بود۔

بمرتبہ تکمیل واشارہ کو پہنچے حتی کہ شاہ داؤد کی خلافت سے سرفراز ہوئے آپ کا مرقد مبارک بھی قصبۂ ٹانڈہ میں زیارت گاہ خلق ہے رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ میرک قدس سرہ جو قصبہ انبالہ میں محو استراحت ہیں حضرت شاہ نور کے خلیفہ تھے۔ واللہ اعلم۔

الہ داد پور کے جد اعلیٰ تک آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے : مولانا حسین احمد ابن سیّد حبیب اللہ ابن سیّد پیر علی ابن سیّد جہانگیر بخش ابن شاہ نور اشرف ابن شاہ محمد ابن شاہ مدن ابن شاہ محمد ماہ شاہی ابن شاہ خیر اللہ ابن شاہ صفت اللہ ابن شاہ محب اللہ ابن شاہ محمود ابن شاہ لدھن ابن شاہ قلندر ابن شاہ منور ابن شاہ راجو ابن شاہ عبدالواحد ابن شاہ محمد زاہدی ابن شاہ نور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ۔

شاہ نور الحق وہ مورث اعلیٰ ہیں جو الہ داد پور قصبہ ٹانڈہ میں پہلے پہل تشریف لائے۔

الہ داد پور، وجہ تسمیہ :

''الہ داد پور'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قوم ''رَجُھَر'' اور ان کے راجہ کا اس علاقہ پر تسلط تھا اور وہ مسلمانوں کو ستاتے تھے۔ شاہ نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دعوت اسلام دی انہوں نے سرکشی دکھائی تو ان سے مقابلہ ہوا۔ آپ نے ان کے راجہ کو بزور کرامت شکست دی، راجہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا آپ نے وہیں اقامت اختیار فرمائی اور اس مقام کا نام الہ داد پور رکھ دیا۔

آپ کا شجرۂ نسب مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم میں مکتوب نمبر ۲۲ میں پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے، آپ حسینی سیّد ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سیّد حبیب اللہ صاحب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی نور اللہ مراقدہم کے خلیفۂ راشد تھے اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ غایت درجہ صاحب کشف وکرامت تھے ان کے کچھ حالات پر حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں :

۱۳۰۹ھ میں جب کہ آپ کی عمر بارہ سال تھی آپ کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دیوبند حصول تعلیم کے لیے بھیج دیا گیا اور باوجود مشاغل کثیرہ کے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت

مدنی رحمہ اللہ کو مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائیں، جن کے نام خود حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نقشِ حیات'' میں صفحہ ۲۲ پر تحریر فرمائے ہیں۔

پہلے آپ کو فلسفہ و منطق سے لگاؤ زیادہ تھا پھر کتب ادب سے ہوا اور پھر حدیث شریف سے۔ امتحان میں دیوبند کے اپنے رواج کے مطابق اس وقت کامیابی کے انتہائی نمبر ۲۰ ہوا کرتے تھے مگر آپ کو ۲۱۔۲۲ اور ۲۳ تک نمبر ملتے رہے ہیں صرف ساڑھے چھ سال کے عرصہ میں سترہ فنون کی سڑسٹھ کتابیں پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ان میں ۲۴ کتابیں آپ نے حضرت شیخ الہند قدس سرہ سے پڑھیں۔

امتحانات میں نمایاں کامیابی :

جس سال دستار بندی ہوئی (۱۶۔۱۷۔۱۸ اپریل ۱۹۱۰ء) تو آپ کو مختلف کامیابیوں پر تین طرح کی دستاریں عنایت ہوئیں۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ جب حرم نبوی کے اعلیٰ ترین مدرس شمار ہونے لگے تھے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میری خواہش ہوتی رہتی تھی کہ اب پھر ایک بار حضرت شیخ الہند رحمہما اللہ سے حدیث پاک پڑھوں اور اشکالات حل کروں، کتب عالیہ حدیث شریف تفسیر و اصول و عقائد وغیرہ میں اور بالخصوص حدیث و تفسیر میں بعض شبہات اور مشکلات پیش آتی رہیں جن کو حل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اور طبعی طور پر زوردار خواہش ہوتی تھی کہ کسی طرح حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی بارگاہ تک رسائی ہو تو کتب حدیث پھر پڑھوں۔ (نقشِ حیات ص ۹۸)

خدا نے ایسا موقع پھر عنایت فرمایا اور شعبان ۲۷ھ تک دارالعلوم میں ترمذی شریف اور بخاری شریف بہت جدوجہد سے پڑھتے رہے۔ نقشِ حیات ص ۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں مسائل پر پوری بحث کیا کرتا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مرتبہ غیر معمولی توجہ فرماتے تھے اور خلاف عادت تحقیقی جوابات نہایت وضاحت سے دیتے تھے جس سے بہت فائدہ ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرر :

شوال ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا، مشاہرہ ۳۴ روپے مقرر کیا گیا اور مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ جب بھی مدینہ منورہ سے آئیں تو ''بغیر تجدیدِ اجازت از مجلس شوریٰ مدرس کیا جائے''۔ پھر آپ ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ واپس ہوگئے۔ اس قیام کے دوران اسفار میں حضرت شیخ الہند کی معیت میں رہے اور خدمت فرماتے رہے اور دیوبند میں قیام بھی حضرت ہی کے یہاں رہا۔

سلوک :

درسیات سے جب فراغت ہوئی تھی (۱۳۱۶ھ کے قریب قریب) تو آپ کی خواہش یہ تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ

سے بیعت ہوں لیکن ان کے حکم کے تحت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بیعت کے فوراً بعد ان ہی دنوں فقط آپ کے والد ماجد سیّد حبیب اللہ صاحب نے ہی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مع دیگر اہل خانہ کے سفر ''طیبہ مشرفہ'' فرمایا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے حضرت مدنی کو بیعت فرمانے کے بعد فرمایا کہ ذکر کی تعلیم مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ درجاتہ سے حاصل کریں چنانچہ اسی طرح ہوا، اس کی عظیم برکات ظاہر ہوئیں۔

بشارت :

خواب میں بمقام رابغ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، فرماتے ہیں میں دیکھتے ہی پاؤں میں گر گیا آپ نے میرا سر اُٹھا کر فرمایا کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا جو کتابیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کے سمجھنے کی قوت ہو جائے تو فرمایا کہ تجھ کو دیا۔ (نقشِ حیات ص ۸۰) بعد کے حالات نے بتلایا کہ آپ نے وہاں وہ سب کتابیں نہایت عمدگی سے پڑھائیں جو مدینہ منورہ، مصر اور استنبول میں داخل تھیں اور یہاں وہ کبھی پڑھی پڑھائی نہیں گئیں۔ نحو، معانی و بیان فقہ اصول فقہ، شافعی و مالکی مسالک کی کتابیں عقائد اصول حدیث اور فرائض و منطق کی کتابیں سب پڑھاتے رہے (ماخوذ از نقشِ حیات)۔ میں نے اپنے اساتذہ سے سُنا ہے کہ آپ کو حضرت گنگوہی قدس سرہ نے تحریر فرمایا تھا کہ منطق و فلسفہ وغیرہ کے اسباق علیحدہ جگہ پڑھایا کریں روضۂ اقدس کے قریب نہ پڑھائیں۔ اس لیے آپ ان اسباق میں اس ہدایت پر عمل پیرا تھے (۱۳۲۰ھ کے بعد آپ کا درس طلبہ اتنا مقبول ہوا کہ عرب اور غیر عرب سب سے زیادہ ہجوم آپ کے پاس ہوتا تھا)۔

۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸ھ میں حجرہ مطہرہ کے خاص خدام جنہیں ''آغاوات'' کہا جاتا تھا وہ بھی آپ سے پڑھتے تھے غبارِ حجرۂ مطہرہ جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے سُرمہ میں ڈلوالیا تھا اور ان کھجور کے چند درختوں کے جو مسجد نبوی میں کھڑے تھے تین دانے جو حضرت گنگوہی قدس سرہ کو پیش کیے تھے ان ہی آغاوات نے آپ کو دیئے تھے حضرت نے ان کو ۲۷ حصوں میں تقسیم فرمادیا اور گٹھلیاں کوٹ کر پھانک لیں۔ نقشِ حیات (یہ درخت سعودی دورِ حکومت میں کاٹ دیئے گئے۔ مسجد نبوی کے پرانے نقشوں میں وہ نظر آتے ہیں)۔ حج سے فراغت کے بعد آپ نے والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ کر ذکر و فکر میں اشتغال شروع فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا مکہ مکرمہ میں وصال ہو گیا۔

مدینہ منورہ اور آزمائشیں :

مدینہ منورہ میں قیام کرنے والوں کے بارے میں حدیث شریف کی رو سے پریشانی کا امتحان آتا ہے، جب وہ

دور آیا تو والد ماجد حضرت حبیب اللہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ سب لوگ ہندوستان واپس چلے جائیں میں تو یہاں آخری وقت گزارنے اور اس زمین پاک میں دفن ہونے کے لیے ہجرت کر کے آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے حج کر لیا ہے تو واپس چلے جائیں۔ لیکن والد صاحب کو اس پیرانہ سالی میں گھر کا کوئی فرد تنہا چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ چنانچہ متواتر چند ماہ امتحان میں اس طرح گزرے کہ ایک وقت میں تھوڑی سی مونگ کی دال میسر آتی تھی جسے پکا کر گھر کے سب آدمی تھوڑی تھوڑی سی پی لیتے اور خدا کا شکر کرتے۔ اہل خانہ کی تعداد تیرہ تھی مگر اس حالت کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔

۱۳۲۰ھ کے بعد سے نہ معلوم کتنے سال مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مسجد نبوی میں درس اسی فاقہ میں صبح سے شام تک جاری رہتا تھا۔ تفسیر و حدیث کی بڑی کتابوں کے تقریباً ۱۵ سبق روزانہ پڑھاتے تھے اس لیے بعض دفعہ اسباق کا سلسلہ عشاء کے بعد تک رہتا۔ مطالعہ کی عادت تھی، بلا مطالعہ سبق نہیں پڑھاتے تھے اس لیے دن رات میں صرف ساڑھے تین گھنٹے سونے کا موقع ملتا تھا۔ ہفتہ میں ایک دن چھٹی ہوتی تھی تو چھ گھنٹے سو لیتے تھے۔ اسباق میں پوری جدوجہد اس لیے بھی تھی کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے رخصت کرتے وقت وہاں پڑھاتے رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔

۱۳۱۸ھ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو گنگوہ بلایا کیونکہ سلوک (اور بزبانِ عرف عام تصوف) کا آخری سبق ''ان تعبداللّٰہ کا نک تراہ'' جو حدیث صحیح میں وارد ہے، اپنی زیرِ نگرانی کراتا تھا۔ اس کے بعد آپ کو چاروں سلسلوں کی (چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی) اجازت و خلافت عطاء کی، اس کے دو تین دن بعد حضرت نے حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما سے عرض کیا کہ سلسلۂ نقشبندیہ کا سلوک بھی طے کرنا چاہتا ہوں، تو فرمایا کہ جو تعلیم میں نے دی وہ سب کی بالکل آخری تعلیم ہے۔ یہاں پر تمام سلاسل مل جاتے ہیں، اسی کی مشق کرو، اسی میں جدوجہد کر کے پیر مرید سے بڑھ جائے یا مرید پیر سے بڑھ جائے''۔ اس کے بعد حج کا زمانہ آیا تو آپ پھر مدینہ منورہ حاضر ہوگئے۔ ملخصاً از نقشِ حیات)

عجیب بات ہے کہ اس مراقبۂ عظیمہ تک دنیا کے تمام مذاہب کے خاص خاص تارک الدنیا جو اپنے فرقوں کے ہیڈ شمار ہوتے ہیں ریاضتیں کرتے کرتے پہنچ جاتے ہیں مثلاً بدھ مذہب والے، ہندو سادھو جو بہت ہی اونچے مقام پر پہنچے ہوں وغیرہ۔ یہ لوگ آخر میں توحید کے قائل ہو جاتے ہیں ایسے لوگ مرنے پر دفن کیے جاتے ہیں۔ ہندوؤں میں عابدوں کی چار قسموں کے نام ہیں جنہیں وہ بھی دفن کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی ناتمام تعلیم ان کے یہاں کچھ محفوظ رہ گئی ہے جس میں تدفین اور یہ دھیان باقی ہے لیکن جیسا کہ صراط مستقیم کے آخر میں سلوک ثانی کے باب میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''یہ لوگ یہیں رُک جاتے ہیں۔'' ان کے پاس اُن قدیم انبیاء کی ناتمام تعلیمات ملتی ہیں جو اقوامِ عالم میں مبعوث ہوتے رہے۔ باقی احکام اس وقت تک تھے ہی نہیں اور اگر کچھ اخلاقیات کی تعلیم

تھی بھی تو وہ سب محو ہو کر رہ گئی۔اس لیے یہ لوگ اسی مقام پر آکر رُک جاتے ہیں اور اسلام میں یہاں سے سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے اور فناء و بقاء وغیرہ اور اتباع سنت کے ساتھ بے نہایت ترقیاں ہوتی ہیں۔لیکن دوسرے مذاہب والے اس مراقبہ (دھیان) پر آکر قوت خیالی کام میں لانے اور شعبدے دکھانے لگتے ہیں اور یہیں ان کا منتہیٰ ہو جاتا ہے۔

ہند پر مسلمانوں کا حق اور اس کی وجہ :

حضرت مدنی قدس سرہ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں انبیاء کرام کی بڑی تعداد گزری ہے وہ فرماتے تھے کہ ان کے یہاں جو مجاہدہ کے طریقے ہیں وہ بھی ان کی تعلیمات کے بقایا ہیں وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہاں بہت انبیاء گزرے ہیں اس لیے سرزمین ہند پر مسلمانوں کا سب سے زیادہ حق بنتا ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہ نے دوبارہ مدینہ طیبہ میں پہنچ کر ۱۳۲۶ھ تک مسلسل جوارِ رسول ﷺ میں علومِ دینیہ کی تعلیم دیتے رہے اور آپ کا درس وہاں کے سب اہل علم سے بڑھ گیا۔گزشتہ عبارت میں جو خواب گزرا ہے اس کا مقتضی بھی یہی تھا۔آپ صبح سے عشاء تک مسلسل تقریباً پندرہ اسباق پڑھاتے تھے اور واقعی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ اور حوالہ کتب کا حال ہم نے یہی دیکھا ہے کہ ہر بات کا حوالہ اثناء درس میں کتابوں کے ڈھیر میں سے فوراً نکال کر بتلاتے تھے۔اسی طرح ہر سبق ہوتا تھا چاہے آپ نے سفر سے آتے ہی سبق پڑھانا شروع کیا ہو۔یہ بات بہت عجیب لگتی تھی اور یقیناً اس مبارک خواب کا فیض تھا جس کا ذکر گزرا بلکہ اس جیسے اور بھی فیوض خواب میں اور احوال کشفیہ کے طور پر پیش آتے رہے۔

بشارت :

ایک مرتبہ خواب میں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت ہوئی کہ قبر اطہر پر ایک کرسی بچھی ہوئی ہے، جب بالکل قریب پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے چار چیزیں عنایت فرمائیں ان میں سے ایک علم ہے۔نقشِ حیات میں ص ۹۸ پر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہدایہ اخیرین میں ایک مسئلہ ایسا آگیا کہ بہت غور و فکر اور حواشی و شروح کے مطالعہ سے بھی حل نہ ہو سکا۔سخت عاجز ہو کر روضۂ مطہرہ نبویہ پر حاضر ہوا اور بعد سلام و درُود عرض کیا، تھوڑی ہی دیر میں سمجھ میں آگیا۔

''جلاوطن شیخ'' کی آمد اور عجیب انکشاف :

پاکستان میں ۱۹۵۸ء کے قریب ایک الجزائری شیخ تشریف لائے تھے انھوں نے پورے پاکستان کا دورہ کیا۔اسی سلسلہ میں انھوں نے بیرون لوہاری دروازہ مسلم مسجد لاہور میں جلسہ سے خطاب کیا ترجمانی میں نے کی۔معلوم ہوا کہ وہ الجزائر کے مجاہدین کبار میں سے ہیں اور انھوں نے وہاں تقریباً چار سو مدرسے قائم کر رکھے ہیں۔حکومت فرانس نے انہیں جلاوطن کر رکھا ہے۔یہ کافی عمر رسیدہ بزرگ تھے۔اسٹیج پر جو ایک تخت کا تھا سہارے سے چڑھایا گیا تھا۔ان سے میں

نے اثنائے گفتگو حضرت مولانا السید حسین احمد المدنی رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر کیا انھوں نے بھی بہت ادب سے ذکرِ خیر کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ انھیں جانتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ خوب جانتا ہوں مین نے ان سے حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کہاں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں۔ جس روز وہ مسلم مسجد میں تشریف لائے ان کے ساتھ جماعت اسلامی کے لوگ تھے اس دن غالباً وہ ان کے ہی مہمان تھے۔

''شیخ العرب والعجم'' کہنے کی وجہ :

بہر حال اس رُوحانیت اور علم وتقوٰی کے ساتھ جب آپ کا علمی فیض پھیلا تو عرب کے دور دراز ممالک تک حلقۂ تلامذہ پہنچا اور جذباتِ جہاد بھی تلامذہ میں منتقل ہوئے اس لیے آپ کو'' شیخ العرب والعجم '' بھی بکثرت کہتے ہیں۔ اسیران مالٹا میں تحریر ہے آپ کی شہرت عرب سے تجاوز کر کے دیگر ممالک تک پہنچ چکی تھی اور ''شیخ الحرم'' کے خطاب سے آپ مشہور ہو گئے تھے۔ (ص ۸۷)

تذکرۃ الرشید میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ نے جن کا تعلق جمعیۃ سے کبھی بھی نہیں رہا تحریر فرمایا ہے مولانا حسین احمد کا درس بحمد اللہ حرم نبوی میں بہت عروج پر ہے اور عزت وجاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علماء کو کیا معنی یمنی اور شامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہیں۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ۔ (اسیرانِ مالٹا ص ۸۷ بحوالہ تذکرۃ الرشید ص ۱۵۹)۔

ایک جگہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے :

میں ہندوستان سے باہر تقریباً سترہ سال رہا ہوں۔ عرب، شام، فلسطین، افریقہ، مصر، مالٹا وغیرہ میں رہنا ہوا۔ ہر ملک کے باشندوں سے ملنا جلنا اُٹھنا بیٹھنا ہوا۔ جرمن، آسٹرین، بلگیرین، انگریز، فرانسیسی، آسٹریلین، امریکی، روسی، چینی، جاپانی، ترکی، عربی وغیرہ وغیرہ مسلم اور غیر مسلم اور غیر مسلموں کے ساتھ سالہا سال تک ملنا جلنا نشست و برخاست کی نوبت آئی۔ اگر یہ لوگ عربی ترکی یا فارسی یا اردو سے واقف ہوتے تھے تو بلا ترجمان ورنہ بذریعہ ترجمان گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ سیاسی مسائل اور مذہبی امور زیرِ بحث رہتے تھے۔ (مکتوب نمبر ۴۲ مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۲۶ وص ۱۲۷)

حضرتؒ اور علوم قاسمی :

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز سے خاص قسم کی علمی مناسبت تھی۔ تحریر فرماتے ہیں : ''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں ایسے ایسے حِکَم اور علمی مضامین ملتے تھے کہ تمام مطوّلات وکتب قدیمہ میں ہاتھ نہیں آتے تھے۔ ان سے طبیعت کو بہت زیادہ اطمینان اور شرح صدر ہوتا

تھا اور یہی حالت اب تک ہے۔ ان مضامین کو دیکھ کر ارمان پیدا ہوتا تھا کہ کاش یہ علوم مجھ کو بھی حاصل اور محفوظ ہو جائیں کیونکہ حضرت نانوتوی مرحوم کی تحقیقات نہایت ہی بلند پایہ اور مفید ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز کی تصانیف میں بھی تحقیقات اور حکمتیں بھری ہوئی ہیں اور نہایت مفید اور بلند پایہ ہیں، مگر مجھ کو جو طمانیت اور بلند پائیگی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں ملتی تھی وہ وہاں نہ تھی۔ اگرچہ تحقیقات کے انتہائی بلند پایہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مضامین سمجھ میں آنے دشوار ہوتے تھے اور چند صفحوں کے مطالعہ کے بعد طبیعت تھک بھی جاتی تھی اور بہت سی باتیں سمجھ میں بھی نہیں آتی تھیں، تاہم ان سے بہت سکون اور شرح صدر ہو جاتا تھا''۔ اس سے ایک سطر بعد تحریر فرماتے ہیں :

ایک روز بہت غلبۂ شوق پیدا ہوا اور ان علوم کے حاصل ہونے کی رغبت اس قدر زیادہ ہوئی کہ مواجہہ شریفہ نبویہ علی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ میں حاضر ہو کر بہت رویا اور ان علوم کے حاصل ہونے کی درخواست واستدعا کرتا رہا اور اپنی بے بضاعتی اور جہالت کا شکوہ بھی کیا۔ دیر تک اسی حالت گریہ میں رہ کر واپس ہوا تو چند قدم ہی چلا تھا کہ یکا یک قلب میں واقع ہوا لا تقنطوا من رحمة الله'' (نقشِ حیات ص ۹۹)۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناسبت نہایت درجہ طبعی اور منجانب اللہ تھی کہ خداوند کریم نے وفات کے بعد تدفین ایسے نصیب فرمائی ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے متصل (بالکل ملی ہوئی) ایک قبر کی جگہ نکل آئی جس کا کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ جگہ ایک قبر کی ہو سکتی ہے۔ وہ بہت چھوٹی معلوم ہوتی تھی اور شاید اسی لیے خالی چلی آرہی تھی اور چھوٹی نظر آتی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ تو اس طرح مدفون ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم کی پشت ہے اور آپ کا چہرہ ہے۔ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی قدس سرہ کی خاص پائتی میں ہیں۔ آپ کا سر مبارک ان کے پاؤں کے قریب ہے۔

(جاری ہے)

فہمِ حدیث

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

دجال کے کچھ اور حالات اس کی ہلاکت :

عن النواس بن سمعان قال ذکر رسول اللّٰہ ﷺ الدجال ذات یوم فخفض فیه ورفع حتی ظنناه فی طائفة النخل فلما رحنا الیه عرف ذلک فینا فقا ل ماشأنکم قلنا یا رسول اللّٰہ ذکرت الدجال غداة فخفضت فیه ورفعت حتی ظنناه فی طائفة النخل فقال غیرالدجال اخوفنی علیکم ان یخرج وانا فیکم فاناحجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرء حجیج نفسه واللّٰہ خلیفتی علٰی کل مسلم انه شاب قطط عینه طافئة کانی اشبهه بعبد العزی بن قطن فمن ادرک منکم فلیقرا علیه فواتح سورة الکهف انه خارج خلة بین الشام والعراق فعاث یمیناوعاث شمالا یا عباداللّٰہ فاثبتوا قلنا یا رسول اللّٰہ وما لبثه فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنة .... اتکفینا فیه صلٰوة یوم قال لا اقدروا له قلنا یا رسول اللّٰہ فذلک الیوم الذی کسنة ویوم کشهر و یوم کجمعة وسائرایامه کایامکم قلنا یا رسول اللّٰہ وماسراعه فی الارض قال کالغیث استدبرته الریح فیأتی علی القوم علی القوم فیدعوهم فیؤمنون به و یستجیبون له فیأمرالسماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذرًی واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم یأتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لیس باید یهم شئ من اموالهم ویمر بالخربة فیقول لها اخرجی کنوزک فتتبعه کنوزها کیعا سیب النحل ثم ید عو رجلا ممتلا شبابا فیضربه با لسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم ید عوه فیقبل ویتهلل وجهه و

یضحک فبینما ھو کذلک اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ مثل جمان کاللؤلؤ فلایحل لکا فر یجد ریح نفسہ الامات ونفسہ ینتھی الی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ ثم یأتی عیسٰی قوما قد عصمھم اللّٰہ منہ فیمسح عن وجوھھم ویحد ثھم بدرجاتھم فی الجنۃ (مسلم)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح رسول اللہ ﷺ نے اتنی اہمیت واہتمام سے دجال کا تذکرہ فرمایا کہ (دہشت کے مارے) ہم کو یوں معلوم ہونے لگا گویا وہ یہیں کسی باغ میں موجود ہے۔ جب ہم شام کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے اس خوف ودہشت کو محسوس کرلیا اور پوچھا تمہیں کیا ہوا (تم ایسے دہشت زدہ کیوں نظر آتے ہو) ہم نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے صبح دجال کا ذکر اتنی اہمیت کے ساتھ فرمایا کہ ہم کو یوں معلوم ہونے لگا گویا وہ یہیں کسی باغ میں ہے۔آپ نے فرمایا مجھے تم پر دجال سے بڑھ کر دوسری باتوں کا (یعنی دوسرے فتنوں کا) زیادہ اندیشہ ہے (کیونکہ ان کے بارے میں تم لاپرواہی کرکے اور ان کو ہلکا سمجھ کر اپنے دین کا زیادہ نقصان کرسکتے ہو۔ جب کہ دجال کا کیا ہے!اس کا جھوٹا ہونا تو بالکل واضح ہوگا) اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو تمہارے بجائے میں خود اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تو ہر شخص خود اس کا مقابلہ کرے (یعنی اس کو جھوٹا سمجھے اور اس سے بچے) اور میں نے تم سب کو خدا کے سپرد کیا۔ دیکھو وہ جوان ہوگا اس کے بال سخت گھنگریالے اور اس کی آنکھ (انگور کی طرح) باہر کو اُبھری ہوئی ہوگی میں اس کو عبدالعزی بن قطن کے قریب مشابہ پاتا ہوں تو تم میں جو شخص بھی اس کا زمانہ پائے اس کو چاہیے کہ وہ سُورہ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھ لے۔ وہ شام اور عراق کے درمیانی رستہ سے ظاہر ہوگا اور اپنے دائیں اور بائیں ہر سمت بڑا فساد مچائے گا تو اے اللہ کے بندو! دیکھو اُس وقت ثابت قدم رہنا۔ہم نے پوچھا یارسول اللہ وہ کتنے عرصہ تک زمین پر رہے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن لیکن پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا اور پھر دوسرا ایک ماہ کے برابر اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اس کے بعد باقی دن تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ہم نے پوچھا جو دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اُس دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں ادا کرنا ہوں

گی ۔فرمایا نہیں بلکہ تمام دنوں کے برابر نمازوں کا اندازہ کر کے نمازیں ادا کرتے رہنا (کیونکہ غالباً اس دن کی طوالت دجال کی محض شعبدہ بازی ہوگی ورنہ سورج فی الواقع اپنے وقت پر طلوع و غریب ہوتا رہے گا) ہم نے پوچھا وہ کس رفتار سے زمین میں گھومے گا ؟ فرمایا اُس تیز رفتار بادل کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا اُڑائے لا رہی ہو (ممکن ہے کہ اس کو آج کے دور کی تیز رفتار سواریوں کی طرح کی یا ان سے تیز رفتار سواریاں حاصل ہوں یا اس کے ساتھ خرق عادت کا معاملہ ہو) وہ کچھ لوگوں کے پاس آ کر اپنی خدائی پر ایمان لانے کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے وہ خوش ہو کر آسمان کو بارش کا حکم دے گا فوراً بارش آجائے گی اور زمین کو حکم دے گا اسی وقت وہ سبزہ زار ہو جائیگی اور شام کو جب ان کے حیوانات (چراگاہوں سے) چر کر واپس ہوں گے تو ان کے اُونٹوں کے کوہان پہلے سے زیادہ لمبے لمبے اُن کے تھن پہلے سے زیادہ دودھ سے لبریز اور ان کی کوکھیں پہلے سے زیادہ تنی ہوئی ہوں گی ۔اس کے بعد وہ کچھ اور لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کو بھی اپنی خدائی کی دعوت دے گا مگر وہ اس کو نہ مانیں گے ۔جب وہ ان کے پاس سے واپس ہوگا تو یہ سب قحط میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کے قبضہ میں کوئی مال نہ رہے گا (سب دجال کے ساتھ چلا جائے گا) پھر وہ ایک ویران زمین سے گزرے گا اور اس کو یہ حکم دے گا "اپنے تمام خزانے باہر اُگل دے"۔ وہ سب کے سب خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہولیں گے جیسے مکھیوں کے سردار کے پیچھے پیچھے سب مکھیاں ہوتی ہیں ۔اس کے بعد ایک شخص کو بلائے گا جو اپنے پورے شباب پر ہوگا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ایک دوسرے سے اتنی دور پھینک دے گا جتنا تیر انداز اور اس کے نشانہ لگانے کی جگہ کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے پھر اس کو آواز دے کر بلائے گا وہ (زندہ ہو کر ہنستا کھلکھلاتا ہوا چلا آئے گا) اور کہے گا کہ یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے لیکن دجال اس کو دوسری مرتبہ قتل نہ کر سکے گا) اِدھر دجال شعبدہ بازیاں دکھا رہا ہوگا اُدھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ دمشق (کی مسجد) کے مشرقی (یا دمشق کے مشرق میں بیت المقدس کے کسی) سفید منارہ پر اتریں گے اور دو زعفرانی رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکتے معلوم ہوں گے اور جب سر اُٹھائیں گے تو بالوں میں چاندی کے سے موتی محسوس ہوں گے ۔جس کافر کو ان کے سانس کی ہوا لگ جائے گی وہ زندہ نہ رہ سکے گا اور ان کے سانس کا اثر اتنے فاصلے تک پڑے گا جہاں تک کہ ان کی نظر جائے

گی وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد (بیت المقدس کے قریب ایک مقام) پر اس کو پالیں گے اور یہاں (اگر چہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر کی وجہ سے پگھلنے لگے گا لیکن مکمل پگھلنے سے پہلے آپ) اس کو قتل کر دیں گے۔ اس کے قتل سے فارغ ہو کر عیسیٰ علیہ السلام پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جو اس کے فتنہ سے بچ رہے ہوں گے اور ان کو تسلی و تشفی دیں گے اور جنت میں ان کے جو درجات ہوں گے ان کو بیان فرمائیں گے۔

عالمِ مثال میں دجال کا وجود :

عن فاطمة بنت قيس قالت فلما قضى صلا ته جلس على المنبر وهو يضحك فقال ليلزم كل انسان مصلا ه ثم قال : هل تدرون جمعتكم ؟ قالوا الله ورسوله اعلم،قال انى والله ماجمعتكم لرغبة ولا لرهبة،ولكن جمعتكم لان تميما الدارى كان رجلا نصرانيا فجاء فبايع واسلم وحدثنى حديثا وافق الذى كنت احدثكم عن المسيح الدجال،حدثنى انه ركب فى سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام فلعب بهم الموج شهرا فى البحر،ثم ارفئوا الى جزيرة فى البحرحيث تغرب الشمس .... حتى دخلنا الديرفاذا فيه اعظم انسان رايناه قط خلقا واشده وثاقا،مجموعة يداه الى عنقه مابين ركبتيه الى كعبيه بالحديد ،قلناويلك ماانت ؟ قال قد قدرتم علىٰ خبرى فاخبرونى ما انتم ؟قالوا نحن ناس من العرب...... فقال اخبرونى عن نخل بيسان،قلنا عن اى شانها تستخبر؟ قال اسألكم عن نخلها هل يثمر؟فقلنا له نعم قال اما انها تؤشك ان لا تثمر قال اخبرونى عن بحيرة طبرية ، قلنا عن اى شانها تستخبر؟ قال هل فيها ماء؟ قالوا هى كثيرةالماء ،قال اما ان ماء ها يؤشك ان يذهب، قال اخبرونى عن عين زغر، قالوا عن اى شانها تسخبر؟ قال هل فى العين ماء وهل يزرع اهلها بماء العين؟ قلنا له نعم هى كثيرة الماء واهلها يزرعون من مائها،قال اخبرونى عن نبى الاميين مافعل ؟ قالوا قد خرج من مكة ونزل يثرب، قال أ قاتله العرب ؟ قلنا نعم قال كيف صنع بهم ؟ فاخبرناه انه قد ظهرعلىٰ من يليه من

العرب واطاعوہ ، قال لھم قد کان ذٰلک قلنا نعم قال اما ان ذالک خیرلھم ان یطیعوہ وانی مخبرکم عنی، انا المسیح الدجال، وانی یؤشک ان یوذن لی فی الخروج فاخرج فأسیر فی الارض، فلا ادع قریۃ الا ھبطتھا فی اربعین لیلۃ غیرمکۃ وطیبۃ، فانھما محرمتان علی کلتا ھما ، کلما اردت ان ادخل واحدۃ منھما استقلنی ملک بیدہ السیف صلتا یصدنی عنھا، وان علٰی کل نقب منھا ملا ئکۃ یحرسونھا.(مسلم)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کوالصلاۃ جامعہ پکارتے ہوئے سنا کہ سب لوگ جمع ہو جاؤ تو میں بھی مسجد میں گئی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مسکراتے ہوئے منبر پر بیٹھے اور فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے پھر فرمایا میں نے تم کو جمع کیا ہے(تا کہ تم کو یہ بات بتاؤں) کہ تمیم داری عیسائی شخص تھے۔وہ (میرے پاس) آئے اور اسلام قبول کیا اور انہوں نے مجھے ایسی بات بتائی جو اس کے موافق ہے جو میں تمہیں دجال کے بارے میں بتا تا رہا ہوں۔انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے۔سمندری موجیں ان کو ایک ماہ تک سمندر میں لیے پھریں۔پھر مغرب کی جانب ایک جزیرہ کے قریب ان کا جہاز لنگر انداز ہوا......(اس جزیرہ میں ایک گرجا تھا۔تمیم داری نے مجھے بتایا کہ) ہم گرجے میں داخل ہوئے تو اس میں عظیم الخلقت شخص تھا جو خوب مضبوطی سے بندھا ہوا تھا اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ لوہے (کی زنجیروں) کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اس کی پنڈلیاں بھی (لوہے کی زنجیروں سے) بندھی ہوئی تھیں۔ہم نے پوچھا ارے تمہارا ناس ہو تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ تم میری خبر جاننے پر قادر ہو گئے (یعنی میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا پہلے)تم (اپنے بارے میں تو) بتاؤ کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم عرب ہیں اور ہمارے ساتھ سفر میں یہ حادثہ پیش آیا ہے)......اس نے کہا مجھے (شام کی ایک بستی) نخلستان بیسان کے بارے میں بتاؤ؟ ہم نے پوچھا تم اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کیا وہ پھل دیتا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہاں (اس میں پھل لگتا ہے) اس نے کہا قریب ہے کہ وہ پھل دینا بند کردے۔اس نے کہا مجھے (چھوٹے دریا) بحیرہ طبریہ کے بارے میں بتاؤ۔ہم نے کہا تم اس کے بارے میں کیا جاننا

چاہتے ہو؟ اس نے پوچھا کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں تو بہت پانی ہے اس نے کہا قریب ہے کہ اس کا پانی سوکھ جائے۔ (پھر) اس نے کہا مجھے زغر چشمہ کے بارے میں بتاؤ؟ ہم نے کہا تم اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو۔ اس نے پوچھا کیا اس چشمہ میں پانی ہے اور کیا اس جگہ کے لوگ اس کے پانی سے آبپاشی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور وہاں لوگ اس کے پانی سے آبپاشی کرتے ہیں۔ (پھر) اس نے پوچھا مجھے اُمیوں کے نبی کے بارے میں بتاؤ ان کا کیا بنا؟ ہم نے جواب دیا کہ وہ مکہ سے نکل گئے ہیں اور یثرب (یعنی مدینہ) میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ اس نے پوچھا کیا عربوں نے ان سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا پھر انہوں نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ اردگرد کے عربوں پر غالب آگئے ہیں اور ان عربوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس نے پوچھا کیا انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا عربوں کے لیے ان کی اطاعت کرنا ہی بہتر ہے۔ اور میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں مسیح دجال ہوں قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے تو میں نکلوں گا اور پوری زمین میں چالیس دنوں میں پھروں گا اور کسی بھی بستی (وشہر) میں جانا نہ چھوڑوں گا سوائے مکہ اور طیبہ (یعنی مدینہ) کے ان دونوں میں داخلہ مجھ پر حرام ہوگا۔ جب بھی میں ان میں سے کسی ایک میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے موجود ہوگا جو مجھے اس میں داخل ہونے سے روکے گا (اور صرف یہی نہیں بلکہ) ان (دونوں شہروں) کے دروازے (اور راستے) پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔

فائدہ : یہ دجال کی مثالی صورت تھی جو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر کھولی گئی اور اس کا تعلق عالم مثال سے تھا۔ عالم مثال ایک مستقل عالم ہے جس میں دنیا کے واقعات دنیا میں واقع ہونے سے پہلے پیش آتے ہیں اور وہاں ان کی اپنی ہی کوئی مناسب صورت ہوتی ہے۔ یہ محض خیالی عالم نہیں بلکہ حقیقی عالم ہے لیکن ہمارے حواس سے ماوراء ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے تو کسی کے حواس پر کھول دیا جاتا ہے۔ جن زنجیروں اور بیڑیوں میں وہ بندھا ہوا تھا ان سے مراد ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں وجود اور دیگر بہت سے حوادث ہیں جو دجال کے ظہور سے پہلے پیش آنے ہیں وہ اس کے نکلنے میں رکاوٹ ہیں۔ جب یہ سب ہو چکیں گے تو اس کے خروج کی تمام رکاوٹیں دُور ہو جائیں گی اور وہ اپنے وقت پر ظاہر ہو جائے گا۔ (جاری ہے)

☆

بزرگانِ دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

حقانیہ بک بائنڈنگ ہاؤس

اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار

قیمتی وقت کے ضیاع سے بچیں

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعائت اور معیاری جلد سازی

مسودہ دے کر کتاب مکمل کروانے کا بندوبست

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہٗ

ہجویری پارک 3/10- ریٹی گن روڈ، لاہور۔ موبائل:0320-4835144- فون رہائش:7662588- فون:7355447

بزرگانِ دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

مدنی بک بائنڈنگ ہاؤس

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعائت اور معیاری جلد سازی

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہٗ

43- بابا فرید روڈ نزد بریڈے ہال، فون:7238252

دینی مدارس میں عصری تعلیم

مولانا صدرالدین صاحب الاعظمی القاسمی
مدرسہ شاہی مراد آباد انڈیا

☆

ایک مرتبہ لکھنؤ کا سفر در پیش تھا، مراد آباد اسٹیشن پر ٹرین کے انتظار میں ایک گھنٹہ بیٹھنا پڑا۔ برابر میں ایک پولیس مین بھی آکر بیٹھ گئے۔ مسلمان تھے، نوجوان تھے، سنجیدہ تھے۔

دورانِ گفتگو انھوں نے مدارس کے متعلق سے یہ پیش کش کی کہ دینی مدارس میں عصری تعلیم بھی ضرور ہونی چاہیے تاکہ دینی تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان طلبہ اقتصادیات میں خود کفیل ہو سکیں اور دنیاوی ترقیات میں اہلِ زمانہ کے شانہ بہ شانہ ہو کر سوسائٹی میں برابر کا مقام حاصل کریں۔

یہ اور اس طرح کی باتیں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے پورے شد و مد اور رد و قدح کے ساتھ کہی جاتی ہیں اور اُمت مسلمہ کے ساتھ ہمدردی کے عنوان سے میڈیا میں بھی مزے لے لے کر خوب اُچھالی جاتی ہیں۔

بات تو بظاہر بڑی ہمدردی اور اپنائیت کی حامل ہے لیکن اس کی دبیز تہوں میں علوم دینیہ سے بغض، عداوت اور علماء اسلام سے نفرت و تجانب کی سلگتی ہوئی چنگاری سے اُٹھتا ہوا دھواں اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان جیسی باتوں کا مقصد اُمت مسلمہ کو قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کے علوم آبدار سے کلیۃً محروم کر کے مغربیت اور اس کی فکر کی چھاپ ڈالنی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ ساری باتیں حُبِ علیؓ میں نہیں، بغضِ معاویہؓ میں کہی جا رہی ہیں۔

بہت اچھی سوچ ہے کہ ہم مسلمانوں میں ڈاکٹر ہوں، سائنس داں ہوں، پروفیسر ہوں، تاجر ہوں، زمیندار ہوں کارخانہ دار ہوں، مینوفیکچر ہوں، یعنی ضرورت کی ساری چیزیں ہماری اپنی ہوں اور ہم کسی کے دست نگر نہ ہوں، ہاں ہم سب کچھ بنیں لیکن اپنے رہتے ہوئے۔ اگر غیروں کے بن کر صدر جمہوریہ بھی بن گئے تو کچھ نہ بنے۔

معاش حاصل کرنے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ قرآن و احادیث میں کسب معاش پر بہت زور دیا گیا ہے اور کسبِ حلال کے فضائل کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔

مثلاً مالی اور افرادی طاقت مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے قرآن نے ان کو دنیوی زینت سے تعبیر کیا ہے۔ المال والبنون زینة الحیاة الدنیا (کہف:۴۶) مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔

بنی اسرائیل کے مال واولاد کی کثرت کو خصوصی احسان کے پیرائے میں قرآن یوں ذکر کرتا ہے :

وامددنکم باموال وبنین وجعلنکم اکثر نفیرا ۔(بنی اسرائیل:۶)

بہت سی آیات قرآنی میں مال کو فضل اور خیر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جن سے مال کا مستحسن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

انسانی زندگی میں مال کی کتنی اہمیت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا ہے :

نعما بالمال الصالحا للرجل الصالح (مشکوٰۃ ۳۲۶)

نیک آدمی کے لیے اچھا مال بہت اچھی چیز ہے۔

اسی لیے مال کی حفاظت بھی ضروری ہے اور اس تعلق سے مصائب سے دوچار ہونا مستحسن بتایا گیا ہے۔

من قتل دون ماله فهو شهيد (بخاری شریف ۱/ ۳۳۷) جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے (چوروں، ڈکیتوں وغیرہ سے مقابلہ کرنے میں) مقتول ہوجائے تو وہ (ثواب کے اعتبار سے) شہید ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ''سابق زمانہ میں مال کو پاس میں جمع رکھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن آج یہ مال مومن کی ڈھال ہے''۔

غرض قرآن واحادیث اور اقوال سلف میں حلال مال کے متعلق بہترین تصور پیش کیا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کسب حلال کے لیے شریعت مطہرہ میں مستحکم عالمگیر اصول بھی مرتب کیے گئے ہیں جو دینی فقہی تعلیمات کا سنہرا اور بہترین ذخیرہ ہیں۔ اور اُمت کے ہاتھوں میں بطور امانت عملی طور پر محفوظ ہیں اور ان پر اُمت کو بجا طور پر فخر ہے۔

اس کے برخلاف کسی اور مذہب میں اقتصادیات کے تعلق سے کوئی مرتب اصول نہیں ملتا۔ لازماً اہل مذاہب خود ہی اپنے تئیں مزاج، ماحول اور اس کے تقاضوں سے متاثر ہوکر کسب معاش کے لیے نظریات کا اختراع کرکے بیع وشراء اور اس جیسے معاملات کی ضرورت پوری کرلیتے ہیں۔ جو غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہ ان اختراعی نظریات کو جو شخص اپنے لیے سودمند سمجھتا ہے وہ تو ان کو قبول کرلیتا ہے اور جو غیر مفید سمجھتا ہے ان کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا ہے۔

لیکن اسلام کے اقتصادی زریں اصول اتنے مستحکم ہیں کہ چودہ سو برس سے زائد عرصہ دراز سے وہ ہر زمانہ میں بغیر اصولی ترمیم اور ردوبدل کے اُمت مسلمہ کے لیے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمان پوری جرأت ایمانی کے ساتھ اپنے نفع وضرر کو ان زریں اصولوں کے تابع رکھتے ہیں۔ اصول کو نفع وضرر کے تابع نہیں رکھتے۔

حاصل یہ کہ اسلامی نقطہ نظر سے اقتصادی ضروریات کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ البتہ موصوف ہم سفر کی باتوں سے اسلامی تعلیمات سے بیزاری کے آثار عیاں تھے اور ان کے الفاظ سے مدارس کے طرز تعلیم اور نصاب تعلیم پر

اعتراضات کی چھینٹیں اُڑتی ہوئی نظر آرہی تھیں اس لیے اس زاویہ اور تعلق سے موصوف کی بات پر جو باتیں سامنے آئیں، وہ قدرے شرح وبسط اور مناسب وضروری ترمیم وتضمین کے ساتھ کچھ اس طرح تھیں :

جناب سنئے ! مسلمانوں کی دنیا میں دو طرح کی ضروریات ہیں، کچھ تو دینوی ہیں اور کچھ اخروی ہیں اور ان دونوں کی بہت سی فروعات ہیں جو احاطۂ تعداد وشمار میں نہیں آسکتیں۔ اُخروی ضروریات ہمارے لیے نمبر ایک کی چیز ہے اور دنیوی ضروریات نمبر دو کی۔ مدارس کا قیام اور اُن کا نصاب تعلیم اُخروی ضروریات کے لیے وضع کیے گئے ہیں دینوی ضروریات کی تکمیل کے لیے نہیں۔

دیگر ایں کہ اپنی دینی اور دنیاوی ضروریات کی تکمیل میں کوئی فرد بشر دوسرے سے استعانت سے بے نیاز نہیں ہے۔ تاریخ میں کوئی ایسا انسان نظر نہیں آتا جو تمام اسباب معیشت اپنے گھر میں از خود تیار کر کے تمام ضروریات کی تکمیل سے آسودگی حاصل کر لیتا ہو۔ نہ ہی کوئی ایسا فرد بشر نظر آتا ہے جو ترقیات کے منارہ کو چھو لینے کے باوجود یہ دعوٰی کر سکے کہ ہمیں دنیا میں کسی سے استعانت کی ضرورت نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدم قدم پر انسان کو انسان سے تعاون کے لیے انتہائی مجبور ہونا پڑتا ہے۔

اس کی معقول وجہ یہ ہے کہ انسان کی جسمانی طاقت اور اس کی نقل وحرکت انتہائی محدود ہونے کی وجہ کے مزاج اور ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اپنے لیے کسی خاص مصروفیت کی تعیین کر لیتا ہے اور وہ اسی کی نوک پلک سنوارنے اور اسی کو ترقی دینے کی دھن میں رات دن ایک کیے رہتا ہے اور دیگر تمام انواع مشاغل سے کلی طور پر صرف نظر کر لیتا ہے اور اسی میں اس کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ مثلاً

دینی ضرورت کو لے لیجیے ! تحفیظ القرآن کا وہی استاذ کامیاب مانا جاتا ہے جو دیگر مصروفیات سے الگ رہ کر شبانہ روز قرآن کی تعلیم پر محنت کرتا ہو، ایک مفتی کو فتوی نویسی میں اسی وقت عبور کمال حاصل ہوتا ہے جب کہ چوبیس گھنٹہ کتابوں کے انبار میں گھر کر ورق کی چھان بین کرتا رہے۔ عربی کا استاذ اپنی تعلیم کو طلباء کے لیے قابل اعتماد اور مستحکم اسی وقت بنا سکتا ہے جب کہ کتابوں کے مطالعہ میں گیرائی اور گہرائی کی آخری حد کو چھو لینا اپنا نصب العین بنا لے اور دیگر مشاغل سے کلیۃً صرف نظر کر لے۔ علی ہذا القیاس !

دنیاوی ضروریات کو دیکھئے ! ایک دکاندار اپنی دُکان چمکانے اور بڑھانے کے علاوہ کسی اور کام کی تگ ودو میں اتنا زبردست نقصان سمجھتا ہے حتی کہ اعزاء اقارب کی شادی بیاہ میں شرکت کرنا بھی اس کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ ریلوے کے ملازم کو کٹرا منڈی میں آٹے دال چاول کی قیمت میں اتار چڑھاؤ اور اشیاء کی بھرتی اور نکاسی کے مواقع اور اوقات سے کچھ لینا دینا نہیں۔ اسکول کے ٹیچروں کو بلڈروں کے سریہ، سیمنٹ، بجری، بجرفٹ اور مزدوروں کی سیٹنگ کی قطعاً کوئی سوجھ

بوجھ نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

کیا اس طرح کے خاص خاص کام میں مصروف افراد کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی اور کام کی شدھ بدھ نہ ہونے کی وجہ سے اہل زمانہ کے شانہ بہ شانہ چلنے کے قابل نہیں ہیں۔ فلسفہ یہی کہتا ہے کہ جو شخص اپنی کسی بھی خاص مصروفیت سے جُڑا ہوا ہو تو اس کو دوسرے کاموں کی طرف توجہ اور ترغیب دلانا اور اس میں پیش قدمی کی دعوت دینا اس کے لیے ناکامی کا پیش خیمہ ہے۔ کامیابی اسی میں ہے کہ اپنے کام میں پورے انہماک سے جُڑا رہے، تقسیم کار کا یہ نظام فطری اور طبعی ہے جو پوری کائنات کو محیط ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دینی مدارس خالص علوم اسلامیہ کے مراکز ہیں عصری علوم ان کے مقاصد اور نصب العین میں شامل ہی نہیں ہیں۔ یہاں کام کرنے والے اساتذہ اور پڑھنے والے طلبہ کے پیش نظر دنیا طلبی کا کوئی نقشہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اساتذہ کا جائزہ لیجئے! ضابطہ کے صرف چھ گھنٹے کی تعلیم پوری کر کے طلبہ سے کلیۃً بے نیاز نہیں ہو جاتے بلکہ اپنے خارجی اوقات کو بھی ان طلبہ کے لیے فری رکھتے ہیں اور اپنا پورا وقت صرف کرتے ہیں اور بہت معمولی تنخواہ پر قناعت بھی کر لیتے ہیں، جبکہ وہ کسی اور کام میں لگ کر اپنی تنخواہ سے کئی گنا زائد آمدنی کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا سوچتے بھی نہیں، بہت ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے ادارے کے ذمہ داران زائد تنخواہ اور وسیع سہولیات کی پیش کش کر کے اپنے یہاں کام کرنے کی ان کو دعوت دیتے ہیں لیکن اساتذہ عموماً اس طرح کی پیش کش کو خاطر میں نہ لا کر معمولی تنخواہ پر ہی اپنی جگہ پڑے رہتے ہیں اور زندگی گزار دیتے ہیں۔ ایسا بھی دیکھنے سننے میں آیا ہے کہ دور افتادہ گاؤں دیہات، جہاں جہالت وضلالت بدعات وظلمات اور کفر وارتداد کا دور دورہ ہوتا ہے وہاں تعلیم کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہوئے شہری مدارس کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر اس سے کم تنخواہ پر گاؤں کی ملازمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ واقعہ ہے اس طرح کے حیرت انگیز واقعات سے اسلاف واکابر کی زندگی بھری پڑی ہے تفصیل کا وقت نہیں۔

مدارس کے طلبہ کے عزیز کو دیکھئے! طلب علم کے جذبہ شوق میں اپنے والدین کی شفقت، احباب واعزہ کا پیار و محبت، بچپن میں کھیلی ہوئی مادر وطن کی پُر پیچ پیاری گلیاں اور وہاں کی من پسند قدرے آزاد زندگی کے شب و روز، غرض طبعی زندگی تمام تر آسائشوں اور سہولیات کو قربان کر کے معمولی سامان سفر اور مختصر سی ضرورت کی چیز ساتھ لے کر قریب یا دور کے کسی ادارہ میں جا پڑتے ہیں اور پھر وہاں کی شرعی قانونی حد بندیوں میں محصور ہو کر تحصیل علم میں منہمک ہو جاتے ہیں جبکہ قدم قدم پر دشواریاں کھڑی ہوتی ہیں۔ کبھی پیسوں کی تنگی، اشیاء خوردنی کی قلت اور کبھی بیماریوں کا تعاقب وغیرہ وغیرہ۔

اور ایسے میں کہ نہ وہاں والدین کا تعاون ہوتا ہے، نہ بھائیوں کا سہارا اور نہ احباب کے مشورے، بلکہ تمام مراحل از خود ہی طے کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن ان مسائل وعوائق کو خاطر میں نہ لا کر تمام مخالف ونامساعد مراحل سے بے نیاز

ہو کر پورے عزم واستقلال کے ساتھ تحصیل علم کی منزل کی جانب رواں دواں نظر آتے ہیں۔

اگر چہ ان میں اکثر طلبہ غربت کی سطح سے متعلق ہوتے ہیں لیکن بہت سے طلبہ گھر کے اعتبار سے صاحب ثروت و دولت، تجارت، پیشہ، کارخانے دار اور ہر طرح کی مادی سہولیات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ لیکن وہ بھی تحصیل علم کے شوق میں اپنے وطن کا عیش و آرام یکسر قربان کر کے مدرسہ کی معمولی زندگی کو سینے سے لگا لیتے ہیں اور بغیر کسی امتیازی رکھ رکھاؤ کے تمام طلباء میں گھل مل کر شانہ بہ شانہ بیٹھے نظر آتے ہیں۔

غریب طلبہ کے لیے یہ شب و روز زیادہ پریشان کن نہیں ہوتے ہیں جو طلبہ اپنے گھر امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ قربان کر کے مدارس کی چہار دیواری میں ٹوٹی ہوئی چٹائی اور پھٹی ہوئی بوریوں پر آپڑتے ہیں، یقیناً ان کے لیے کسی مجاہدہ نفس سے کم نہیں لیکن وہ طلباء کسی تنگی کو خاطر میں نہ لاکر بس علوم قرآنیہ کو حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں اور وطن کے عیش و آرام کو بھول جاتے ہیں۔ فجز اہم اللہ۔

غرض جب یہ بات صاف ہوگئی کہ مدارس میں قیام پذیر طلباء و اساتذہ دنیا سے بیزار فکر آخرت سے سرشار ہو کر علوم دینیہ کی تحصیل میں لگے رہنا اپنا مقصد اصلی اور مدارس کے قیام کا نصب العین سمجھتے ہیں۔ تو پھر ان کے حق میں بہتری یہی ہے کہ یک سوئی اور استحکام کے ساتھ علوم اسلامیہ کو حاصل کرنے میں جڑے رہیں۔ کسی اور کام میں مصروف ہونا زبردست نقصان کا پیش خیمہ ہے۔ آگے اس پہلو پر ایک نظر ڈالتے ہیں اگر ان مدارس میں علوم اسلامیہ کے ساتھ عصری علوم کو بھی شامل کرلیں تو ہمیں اس سے ترقی کہاں تک ملے گی یہ تو ہم بعد میں واضح کریں گے۔ اولاً ہم اس کی وضاحت کرتے چلیں کہ علوم دینیہ کے حصول میں کتنے تنزل و انحطاط سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اولاً: عصری علوم کے مضامین جب شامل نصاب کریں گے تو ظاہری بات ہے کہ مدرسہ کے اوقات تعلیم کے چھ گھنٹوں میں سے ایک دو گھنٹہ سے زیادہ اس سمت میں کام نہیں ہوسکتا، لازمی طور پر اتنے وقت کے لیے دینی تعلیمی سرگرمیاں موقوف کرنی پڑیں گی۔ یعنی ایک اندازہ کے مطابق تیس فیصد دینی تعلیم کم کرنی پڑے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سو فیصد وقت دینے سے علم میں جو گیرائی اور گہرائی پیدا ہوسکتی ہے اس میں تیس فیصد کمی آجائے گی (اور اس دورِ انحطاط میں تو سو فیصد وقت لگانے سے بھی تسلی بخش اور خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے) جب طالب علم تیس فیصد علمی استعداد سے محروم ہو کر فراغت کے بعد قوم کے سامنے پہنچے گا اور کوئی مسئلہ حل کرنے کا موقع آئے گا تو عین ممکن ہے کہ استعداد میں کمی کے باعث وہ مسئلہ اس کی دسترس سے باہر ہو اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے معذرت کا پہلو اختیار کرجائے۔ پھر تو قوم کی لب کشائی اور طعن و تشنیع کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ لو میاں آٹھ نو سال مدرسہ میں خاک ساری کی اور اتنا وقت لگا کر آگئے

کرنے میں بھی خفت وذلت محسوس ہوتی ہے۔اگر چہ ان میں سے بعض طلباء ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں مگر بہت کم۔

ادھر دینی تعلیم میں پورا زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ ظاہراً و باطناً ہر اعتبار سے طلباء میں جمال وکمال پیدا ہو، اخلاص وللّٰہیت، عاجزی وانکساری جیسی صفات محمودیہ پیدا ہو جائیں۔ایسے لباس پہننے کا حکم ہے جس سے عبدیت اور انکساری کا اظہار ہو۔سر کے بال آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے یکساں ہونے چاہئیں۔اس میں نقش ونگار اور فیشن بازی بالکل نہ ہو۔مکمل ڈاڑھی کا رکھنا واجب قرار دیا گیا۔ٹخنے سے نیچے پاجامہ حرام بتایا گیا۔راستہ میں کھانا پینا اور سرِ راہ بے پردگی کے عالم میں پیشاب کرنا فسق قرار دیا گیا۔یہ اور اس طرح کی بے اصولیوں سے عملی طور سے دُور رکھنے کی بھرپور کوشش برابر جاری رہتی ہے۔

اگر ہم علوم دینیہ کے ساتھ عصری علوم بھی شامل کرلیں تو لازمی طور پر دونوں کے آثار ونتائج بھی نقد درنقد مرتب ہونے لگیں گے ایسے میں یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے کہ یہ طالب علم مولوی حافظ قاری اور مفتی بنے گا یا مسٹر جینٹل مین۔عموماً یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے متضاد ماحول میں پروان چڑھنے والے طلبہ پر مسٹریت کا رنگ غالب رہتا ہے اور مولویت کا رنگ وروغن یا تو بالکل ہی اُتر جاتا ہے یا کافی حد تک پھیکا پڑ جاتا ہے۔

یہ تو رہے وہ نقصانات اور منفی نتائج جن کے باعث عصری اور دینی علوم ہم آہنگ نہیں ہو پا رہے ہیں اور یہ وہ مجبوریاں ہیں جو دینی اور علوم کے درمیان خلیج کے مانند حائل ہیں۔

ایک نظر اس پر بھی ڈالیے کہ آخر عصری علوم کے پیچھے وہ کون سی ایسی موہوم تمنائیں اور دل میں روزِ اول سے بسنے والی وہ کیسی آرزوئیں ہیں جن کی پل پل کی کروٹیں اربابِ مدارس کو اس طرح کا مشورہ دینے اور ملت اسلامیہ پر آنسو بہانے پر مجبور کرتی ہیں۔اور اس تعلیم کے پس منظر میں وہ کیا کیا ترقیات ہیں جن کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کے لیے ابنائے زمانہ اور عصری علوم کے متوالوں کی رات نینداور دن کا چین وسکون غارت کیے ہوئے ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم طلباء کثیر رقم خرچ کر کے عصری علوم کا سرٹیفکیٹ حاصل کرلیتے ہیں اور ملازمت کی جستجو و تلاش میں زبردست جدوجہد کرنے پر بمشکل تمام کہیں کرسی پر بیٹھنے کی جگہ ہاتھ آتی ہے۔ملازمت مل جانے پر بھی عصبیت اور نفرت کی مسموم فضا میں گھٹ گھٹ کر دن گزارنے پڑتے ہیں اور قدم قدم پر مخالفین کے معاندانہ رویہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔حتیٰ کہ بسا اوقات اپنی ملازمت بچانی مشکل پڑ جاتی ہے۔بالفاظ دیگر خود عصری علوم کے متوالوں کے دل میں ہماری عصری تعلیم کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہتی اس کی جہاں بہت ساری وجوہات ہیں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

ہمیں اس طرح کے مصائب اس صورت میں جھیلنے پڑتے ہیں جبکہ مسلم طلباء عصری علوم کے ارادوں میں باضابطہ داخلہ لے کر کورس پورا کیے ہوتے ہیں اور ان مشہور ومعروف اداروں کا سرٹیفکیٹ پاس میں موجود ہوتا ہے۔اور اس

اور ایک مسئلہ نہیں بتا سکے۔اس وقت طالب علم جتنا احساس کمتری کا شکار ہوگا وہی جان سکتا ہے اور مدرسہ بدنام ہوا الگ۔

ثانیاً : دینی تعلیم اور عصری تعلیم دونوں کی طرف طالب علم کا میلان برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ بلکہ کسی ایک جانب زیادہ میلان ضرور ہوگا۔اس لیے اگر دینی علوم کی طرف جھکاؤ زیادہ رہا تو عصری مضامین کو شامل کرنے سے کیا فائدہ اور اگر عصری علوم کی طرف جھکاؤ زیادہ بڑھا تو پھر دینی تعلیم اس کی نظر میں بے وزن ہوکر رہ جائے گی۔اور مدرسہ میں داخلہ لینے کا مقصد ہی فوت ہو جائیگا اور تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہے کہ عصری علوم ہی کی طرف میلان بڑھتا ہے اور دینی علوم پر گرفت بہت کمزور ہو جاتی ہے پھر نتیجۃً غیر شعوری طور پر علوم دینیہ سے بے بہرہ ہوکر مدارس کے لیے بدنامی کا باعث ہوتے ہیں۔

ثالثاً : یہ کہ مدارس کا کوئی مستقل ذریعہ تحصیل زر نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی سرکاری تعاون شامل حال ہوتا ہے۔ بلکہ سو فیصد قوم کے تعاون اور چندہ کی بدولت چل رہے ہیں۔اور لوگ علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کی خاطر اپنا قیمتی سرمایہ ان مدارس کو عطا کرتے ہیں۔اگر کسی بھی درجہ میں علوم عصریہ کی طرف قدم اُٹھے گا تو معاونین کے لیے بجا طور پر اعتراضات کے لیے دروازے کھلیں گے کہ ہم تو دین تعلیم کے لیے ان مولویوں کو پیسہ دیتے ہیں اور یہ عصری تعلیم حاصل کرکے دنیا طلبی کے پیچھے لگ رہے ہیں پھر عین ممکن ہے کہ عوام اپنا دست تعاون کھینچ لیں اور مدارس کے لیے مالی بحران کا قضیہ درپیش ہو جائے اور رہی سہی تعلیمی خدمات بھی داؤ پہ لگ جائیں۔

رابعًا : ہاں اگر کوئی طالب علم بہت ہائی پاور کی ذہانت کا مالک ہو اور دونوں لائن میں پوری استعداد پیدا کرسکتا ہو تو خوشی سے کرلے لیکن تعلیمی دور ختم ہو جانے کے بعد دونوں لائن کی مصروفیات کو باقی رکھنا اور ان کے تقاضوں کو پورا کرنا بہت مشکل ہے۔یقیناً کسی ایک لائن کا ہوکر رہ جائے گا پھر دوسری لائن اختیار کرنے سے کیا حاصل رہا۔

خامسًا : دینی اور عصری تعلیم اپنے نفسیاتی اثرات و نتائج کے اعتبار سے آپس میں بالکل مختلف اور متضاد ہیں۔ عصری علوم سے طلباء میں ظاہری اور باطنی آزادی جنم پاتی ہے۔ظاہری تو یہ ہے کہ لباس اپنی مرضی اور من پسند کا ہونا چاہیے۔سر پر انگریزی بال ہوں، پاجامہ ایڑی سے نیچے جا رہا ہو، ڈاڑھی فرنچ کٹ ہو یا منڈی ہوئی ہو، راستہ پر کھڑے ہو کر کھا پی لیں اور شاہ گذرگاہ پر کھڑے کھڑے پیشاب کرلیں۔کوئی حرج نہیں بلکہ یہ سب وقت کے ارتقائی تقاضے اور اعلیٰ ترین تہذیب جدید کی علامتیں سمجھی جاتی ہیں۔

باطنی یہ کہ طالب علم خود پسندی، عجب و تکبر اور بڑائی میں مبتلا ہوکر عاجزی و انکساری جیسی صفات محمودہ سے یکسر خالی ہو جاتا ہے۔لازماً دوسروں کو ذلت و حقارت آمیز نظروں سے دیکھنے لگتا ہے۔ناخواندہ اور پست طبقہ کے لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا، ساتھ میں کھانا پینا، ان کی شادی بیاہ میں شرکت کرنا اپنے لیے عیب سمجھتے ہیں حتی کہ اپنے والدین کی خدمت

کو حاصل کرنے کے لیے پندرہ سولہ سال کا قیمتی وقت لگایا جاچکا ہوتا ہے۔

خود ہی فیصلہ کیجیے کہ اگر مدارس میں ضمنی طور پر عصری علوم کو شامل نصاب کر کے آٹھ سالہ مولویت کا کورس پورا کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ عصری علوم حاصل بھی کر لیے جائیں تو ابنائے زمانہ ان مولویوں کو اس ادھوری عصری تعلیم کے بل بوتے اپنی صف میں کھڑے ہونے کے لیے اور شانہ بہ شانہ چلنے کے لیے کتنا موقع فراہم کریں گے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس ادھوری اور ضمنی تعلیم کے صلہ میں چوتھے اور پانچویں درجہ کی بھی ملازمت نہیں مل سکتی اور حقیقت واقعہ بھی یہی ہے۔

اور اگر کوئی شخص سرکاری ملازمت سے دُور رہ کر ذاتی طور پر اپنی عصری تعلیم کے بل بوتے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی راہ پر کوئی قدم اُٹھانا چاہے تو اس کو قانونی طور پر زبردست حد بندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بسا اوقات غلط الزام لگا کر اس کا پروگرام فیل کر دیا جاتا ہے اور قید و بند کی صعوبتوں میں ایسا جکڑ دیا جاتا ہے کہ وہ زندگی بھر کے لیے اس کام سے توبہ کر لیتا ہے۔

ان تمام معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ مدارس کے نصاب تعلیم میں عصری علوم کا کوئی بھی حصہ شامل کرنا آثار و نتائج کے اعتبار سے سودمند عمل نظر نہیں آتا اور اس کے برعکس نقصانات اور غیر مفید نتائج بالکل عیاں ہیں۔

البتہ زبان دانی کی حد تک انگریزی، ہندی یا اور کوئی زبان سیکھنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ دشمنانِ اسلام نے مذہب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کا جو دہانا کھول رکھا ہے اس کے لیے اسباب کے درجہ میں نمبر ایک پر انگریزی اخبارات و رسائل ہیں۔ ہم اگر انگریزی سے واقف ہیں تو بآسانی ان کے نظریات اور مستقبل کے منصوبوں سے واقف ہو جائیں گے اور فضا کو مسموم ہونے اور ملت کو متاثر ہونے سے قبل پہلی ہی فرصت میں اس کا تعاقب کر کے ملت اسلامیہ کو زبردست ملی نقصان سے بچایا جاسکتا ہے۔

بہت ایسا ہوتا ہے کہ انگریزی اخبارات میں مخالف بیان بازیوں کا سلسلہ ایک مدت تک جاری رہتا ہے اور زبان سے ناواقفیت کی بناء پر ہمیں اس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ پھر ان کے دفاع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نتیجۃً ہمارا یہ جمود بشکل خاموشی ان بیجا اعتراضات کے لیے تقویت کا سبب بن جاتی ہے اور معترضین خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اپنا سینہ پھلائے پھرتے نہیں سماتے۔

اس لیے اس حد تک انگریزی، ہندی زبانوں کی تعلیم جس سے ضرورت پوری ہو جائے اور اصل دینی تعلیم پر بھی کوئی آنچ نہ آئے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ موجودہ دور میں ایک اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسباب فراہم فرمائے۔ (آمین) (بشکریہ ندائے شاہی)

☆

معاشرتی اصلاح کے متعلق چند زریں ہدایات

﴿ افادات : حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ﴾

لڑکیوں کی پرورش کرنے اور اُن پر خرچ کرنے کی فضیلت :

فرمایا آج کل لڑکیوں کے پیدا ہو جانے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔لڑکا پیدا ہونے سے تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے سے خوشی نہیں ہوتی۔ کفارِ مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بہت برا سمجھتے تھے، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہی حال آج اُمت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا نہیں ملتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف لوٹا دی جائے۔ لڑکی کے باپ کے پاس لوٹنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ یا تو وہ بیوہ ہو جائے یا مطلقہ ہو جائے۔ یا اس کا شوہر اس کو اچھی طرح رکھتا نہ ہو ایسی حالت میں بچاری کہاں جائے، اپنے میکہ ہی تو جائے گی۔ اپنے ماں باپ، بھائی کے پاس ہی تو رہے گی یہاں نہ جائے گی تو پھر کہاں جائے گی۔ اپنے ماں باپ اور بھائی بھی اس کے نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ لڑکی کی شادی ہو جانے کے بعد پھر اس کے ساتھ لڑکی جیسا سلوک نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار لوگوں تک کو اس میں مبتلا دیکھا ہے۔ ارے اس بیچاری کی اگر بھائی کی بیوی سے نہیں بنتی تو ماں باپ اور بھائی تو ہیں ان کو تو خیال کرنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ وہ بھی نہیں خیال کرتے۔

لڑکی کی اہمیت :

فرمایا آج کل لڑکی پیدا ہونے کو بہت معیوب سمجھتے ہیں۔ لڑکا پیدا ہونے کی تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے کی خوشی نہیں ہوتی۔ لڑکا پیدا ہو تو عقیقہ میں دو بکرے ذبح کر دیں گے دعوت کریں گے خوشیاں منائیں گے لڑکی پیدا ہو تو عقیقہ ہی نہ کریں گے۔

حالانکہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اس کو اچھی طرح پالا، تربیت کی، شادی کی اس کے لیے جنت ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ عورت بڑی برکت والی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت معمولات نبوی میں یہ حدیث منقول ہے حضرت نے فرمایا کہ اور بھی جگہ ہے مفسرین نے بھی نقل کی ہے۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے؟ (یعنی مال کہاں خرچ کروں) حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری بیٹی جو تم پر لوٹا دی جائے خواہ اس وجہ سے کہ بیوہ ہوگئی اس کا شوہر مر گیا، یا اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو چھوڑ دیا یا طلاق دے دی۔ اب ایسے حالات میں ماں، باپ کی بھی نگاہیں پھر جاتی ہیں۔ باپ اپنی بیٹی کو بھول جاتا ہے۔

جھانسی میں ایک مرتبہ میرا جانا ہوا ایک صاحب کے یہاں صبح کے وقت ٹھہرنا ہوا تھا، ایک لڑکا صاف ستھرے اچھے کپڑے پہنے ہوئے آیا اس کو گود میں بٹھالیا، مٹھائی وغیرہ کوئی چیز کھانے کو دی۔ تھوڑی دیر میں ایک اور بچہ پرانے گندے کپڑے پہنے ہوئے خستہ حالت میں آیا اس کو دیکھ کر کہا بس آ گئے، لگ گئی خوشبو، کتوں کی طرح بھاگے چلے آئے، دھتکار کر بھگایا، اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ مولانا یہ میرا نواسہ ہے۔ مجھ سے تو اپنا خرچ پورا نہیں ہوتا ان کا کہاں سے پورا کروں۔ لڑکی ہے میرے سر پڑ گئی مجبور ہوں، مجھے بہت ناگوار ہوا میں ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا کہ ایسے شخص کے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ باپ بھی بیچاری لڑکی کا نہ ہوگا تو دنیا میں کون اس کا ہوگا۔

شادی میں تاخیر نہ کریئے :

ایک صاحب نے آکر اپنے لڑکے کے متعلق حضرت سے کچھ مشورے لیے اور ان کا لڑکا چند سال قبل مدرسہ میں زیرِ تعلیم بھی تھا اب کسی مدرسہ میں پڑھانے کی بات چل رہی تھی ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کہیں سلسلہ لگا دیجئے حضرت نے فرمایا وہ پہلے اپنی شکل تو درست کریں ڈاڑھی تو وہ کٹاتے ہیں لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی اعتراض کرتے ہیں (کیونکہ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے تمام مقتدیوں کی نماز خراب کرتا ہے)۔ ان صاحب نے رشتہ کے متعلق بھی مشورہ کیا۔ حضرت نے فرمایا رشتہ جلدی کر دیجیے اس میں تاخیر نہ کیجیے۔ انہوں نے عرض کیا کہیں سلسلہ سے لگ جائیں کچھ انتظام ہو جائے اس کے بعد رشتہ مناسب رہے گا۔ حضرت نے فرمایا اس کا انتظار نہ کیجیے اللہ تعالیٰ سب انتظام فرمادے گا آپ پہلے سے اتنی فکر کر رہے ہیں۔ ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر کی شکایت کی آپ نے فرمایا شادی کرلو، خود قرآن میں ہے ان یکونوا فقراء الآیۃ۔ اگر فقر ہے تو شادی کی برکت سے اللہ غنا نصیب فرمادے گا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال اور جہیز خوب ملے گا بلکہ ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے آدمی کچھ کرنے لگتا ہے اور اللہ برکت دیتا ہے۔ رزق کے سلسلہ میں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے، جو آتا ہے مقدر کا کھاتا ہے۔ پھر ایک بہو کو دو روٹی آپ نہیں کھلا سکتے؟

ان صاحب نے پھر پڑھانے کی بابت مشورہ کیا حضرت نے فرمایا سوچ کر بتلاؤں گا مقامی طور پر تو مناسب

نہیں ہے، اعتراضات کی بھرمار ہوتی ہے کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ آئے دن نئی نئی باتیں لوگ پیش کرتے ہیں، طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ آدمی باہر رہ کر سکون سے کام کرے۔

سادگی کے ساتھ بلا بارات کے شادی کی ترغیب :

ایک طالب علم جن کی شادی ہونے والی تھی وہ اور چند احباب حضرت کی خدمت میں لمبا سفر کر کے چھوٹی سی گاڑی پر سوار ہو کر آئے تھے۔ اور کام ہو جانے کے بعد جلد ہی واپس ہونے لگے، حضرت اقدس نے طالب علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ (جس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو) کیا اس طرح سادگی کے ساتھ شادی اور رخصتی نہیں ہو سکتی ؟ کہ تین چار آدمی آئیں اور رخصتی کرالیں، نہ بارات نہ دھوم دھام، اگر تم لوگ عمل نہ کرو گے تو کون کرے گا۔

منگنی اور تاریخ میں دعوت کی ضرورت نہیں :

حضرت کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے بعض لوگ ایک رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لیے آئے، درمیان گفتگو حضرت نے فرمایا منگنی اور تاریخ متعین کرتے وقت لوگوں کو جمع کرنے اور دعوت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دو چار لوگ آکر مشورہ کر کے تاریخ طے کر لیں۔

مسجد میں نکاح ہونے کی تحریک چلاؤ :

باندا کے مشہور آدمی بابا فرید حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے حضرت نے ان سے فرمایا باندا میں تم نوجوانوں کی ایک جماعت بناؤ، صدر اور رکن بنانے کی ضرورت نہیں۔ بس ایک جماعت ہو جو جگہ جگہ جا کر کام کرنے والی ہو۔ اور اس کی تحریک چلاؤ کہ جتنے بھی نکاح ہوں سب مسجد میں ہوں۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کو ابھی نہ چھیڑو، ابھی تو بس یہی تحریک چلاؤ کہ نکاح مسجد میں ہونے لگیں۔ یہ سنت مردہ ہوتی جارہی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے **اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد** نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں کیا کرو۔ کھانے پینے ٹھہرنے کا انتظام جہاں مناسب ہو کریں لیکن اس پر زور دو کہ جب نکاح کا وقت ہو تو تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں آجائیں اور اعلان کر دیا جائے کہ نکاح ہونے جارہا ہے جس کو شریک ہونا ہو گا مسجد میں آجائے گا۔

کانپور میں میں نے اس کی تحریک چلائی الحمدللہ اب صورتحال یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کے یہاں بھی قیام تو کہیں اور ہوتا ہے لیکن نکاح مسجد ہی میں ہوتا ہے۔ یہ سنت مردہ ہو رہی ہے اس کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے (ہر جگہ کے لوگوں کو چاہیے کہ) اس کی کوشش کریں۔

بیوی کے حقوق :

ایک عالم صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں میری اہلیہ مکان میں میرے ماں باپ کے پاس ہے میں اہلیہ کو مدرسہ لانا چاہتا ہوں۔ مدرسہ کی طرف سے مجھے مکان ملا ہے لیکن میری والدہ اور والد صاحب اس بات پر راضی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ بیوی کو نہ لے جاؤ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے چلے آنے سے میں گھر میں خرچ کم بھیج سکوں گا بیوی رہے گی تو زیادہ بھیجوں گا۔ اور گھر میں مالی اعتبار سے تنگی پریشانی بھی ہے ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے بہت سے حقوق ہیں ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جہاں خود رہے اپنے پاس بیوی کو رکھے۔ شریعت کا یہی حکم ہے شریعت کے حکم کے آگے سب کو جھک جانا چاہیے۔ یہاں تک حکم ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ لیٹے نہیں اس کے پاس ہی لیٹے۔ حضور ﷺ ان باتوں کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس ہرگز نہ جاتے اور جس کی باری ہوتی اس کے پاس ضرور جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں بیوی کے پاس رہنا یہ اس کا حق ہے۔

ان باتوں کو آدمی معمولی سمجھتا ہے حالانکہ اس کی بہت اہمیت ہے۔ ان باتوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ معلوم نہیں کس طرح لوگ بیویوں کو چھوڑ کر مہینوں بلکہ کئی کئی سال باہر رہتے ہیں نہ بچوں کی فکر نہ بیوی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو قانون مقرر کر دیا تھا کہ ۴ مہینے سے زائد کسی شخص کو بیوی سے علیحدہ رہنے کی اجازت نہیں اور اب تو لوگ سال سال بھر تک باہر رہتے ہیں۔ باہر ملک جا کر پیسہ کما رہے ہیں ایسا پیسہ کس کام کا نہ بیوی کی شکل دیکھ سکے نہ بچوں کی۔ نہ رشتہ داروں سے ملاقات نہ ماں باپ کی خدمت۔

ایسی عورتیں بھی سخت خطرہ میں ہوتی ہیں جن کے شوہر باہر رہتے ہیں۔ جن کے اندر بہت تقوی اور عفت ہو وہ تو بچی رہتی ہیں ورنہ اُن کا بچنا مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ جیسے مردوں میں شہوت ہوتی ہے عورتوں میں بھی تو شہوت ہوتی ہے۔ اور شیطان عورتوں کو جلد بہکا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ایک صاحب تھے جو ہر وقت جماعت ہی میں رہتے تھے۔ ہر وقت ان کا چلہ ہی ہوا کرتا تھا۔ جب دیکھو باہر سفر میں ہیں۔ بیوی کے حقوق کی کچھ پروا نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی بیوی کے دوسرے سے ناجائز تعلقات ہو گئے اور وہ ہوا جو نہ ہونا چاہیے۔ ''ہر چیز میں اعتدال ہو۔ اکابر سے مشورہ نہیں کرتے'' اس قسم کے لوگ جو کرتے ہیں اپنی طرف سے کرتے ہیں ورنہ مرکز کی طرف سے اس کی ممانعت ہے۔ خود مرکز تبلیغ میں جو لوگ رہتے ہیں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے

ہیں۔ ورنہ سال میں کئی چھٹیاں دی جاتی ہیں۔ جس میں جا کر وہ گھر والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

ساس بہو کے ساتھ رہنے کا مسئلہ :

اسی ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ شادی شوہر سے ہوتی ہے یا شوہر کے ماں باپ سے۔ عورت شوہر کی خدمت کے لیے آئی ہے نہ کہ ساس سسر کی خدمت کے لیے۔ بعض لوگ زبردستی عورت سے ماں باپ کی خدمت کراتے ہیں یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اسی واسطے حکم ہے کہ شادی کے بعد علیحدہ رہنا چاہیے۔ ساتھ رہنے میں بڑے فتنے ہوتے ہیں۔

احقر نے عرض کیا حضرت تھانویؒ نے بھی یہی فرمایا ملفوظ میں بھی وعظ میں بھی فتوی میں بھی۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے صاحب بدائع وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عورت اگر شوہر کے ماں باپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تو شوہر کو علیحدہ رہنے کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں کے حلق کے نیچے یہ مسئلہ نہیں اُترتا۔ حضرت نے فرمایا حلق سے نیچے اُترے یا نہ اُترے مسئلہ یہی ہے شریعت کے حکم کے سامنے سب کو جھک جانا چاہیے۔

احقر نے عرض کیا کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو ظاہر کرنے میں فتنہ ہوگا۔ اگر لوگوں کو اس کی ترغیب دی جائے تو اختلاف ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اس میں کیا فتنہ ہوگا اور کیا اس میں فتنہ نہیں ہوتا کہ ساتھ رہ رہے ہیں آئے دن جھگڑے ہوتے ہیں بیوی نے ساس کی خدمت نہیں کی۔ گھر کا کام نہیں کیا تو ظلم ہونے لگا اور طلاق ہوگئی یہ فتنہ نہیں ہے؟ اس فتنہ کی فکر نہیں کہ پوری زندگی ہی برباد ہو جائے گی۔ زیادہ تر لڑائیاں اسی کام کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ بہو کام نہیں کرتی۔ ارے بہو پر کام کرنا ضروری کب ہے مسئلہ کے اعتبار سے دیکھو تو اس پر تو روٹی پکانا بھی فرض نہیں۔

احقر نے عرض کیا بسا اوقات حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی لڑکا ہے اس کی بوڑھی ماں ہے خود کام کرنا اس کے لیے مشکل ہے اب اگر بہو لڑکا علیحدہ رہیں تو بوڑھی ماں کو کس قدر پریشانی ہوگی۔ حضرت نے فرمایا پھر بھی ساس کو بہو سے خدمت لینے کا حق نہیں ہے لڑکے کو چاہیے کہ اپنی ماں کی خدمت کرے، اس کا انتظام رکھے۔ نوکرانی لائے لیکن بیوی سے زبردستی خدمت لینے کا کوئی حق نہیں۔ البتہ اخلاقی طور پر اس کو چاہیے کہ جب وہ محتاج ہے معذور ہے تو اس کی خدمت کرے اس میں بہو کی تخصیص نہیں کوئی بھی محتاج معذور ہو جو شخص پاس میں ہے اخلاقی فرض یہ ہے کہ اس کی خدمت کرے اس کی مدد کرے۔ میری اہلیہ ہے میری ماں کی تین سال تک برابر اس طرح خدمت کی ہے کہ پاخانہ دھلاتیں، گود میں اٹھاتیں، کھلاتیں، پلاتیں، خوب خوشی سے خدمت کرتی تھیں اور خوشی سے کرنا بھی چاہیے اخلاقی فریضہ بھی یہی ہے لیکن زبردستی اس کی منشاء کے خلاف اس سے خدمت لینے کا حق نہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے گھر میں سب لوگ علیحدہ رہتے ہیں صرف کھانا ساتھ پکتا ہے حضرت نے

فرمایا ارے اصل تو یہی ہے اسی سے تو سارے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ کھانا پکانا ضرور الگ ہونا چاہیے۔

اہلیہ کو لے کر علیحدہ رہیے اور والدین کی خدمت کیجیے :

رمضان میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ میری بیوی اور ماں میں باہم نباہ نہیں ہوتا۔ آئے دن اختلافات اور کشیدگی ہوتی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر ان صاحب نے تعویذ چاہا حضرت نے فرمایا تعویذ تو میں دیتا لیکن آپ اہلیہ کو علیحدہ لے کر رہیے کھانا پینا بھی علیحدہ رکھیے اور علیحدہ رہ کر والدین کی خدمت کیا کریے، والدین اگر علیحدہ رہنے پر راضی نہ ہوں تب بھی علیحدہ رہیے ناراض ہوں تو ہوا کریں ان کی خدمت کرتے رہیے۔ انشاء اللہ کچھ دن میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے جو کچھ فرمایا بعینہ حضرت حکیم الاُمّت تھانویؒ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ ملفوظات میں بھی مواعظ میں بھی اور فتاوٰی میں بھی، احقر نے سارے مضامین حقوقِ معاشرت تحفۂ زوجین نامی کتاب میں جمع کر دیے ہیں۔ حضرت نے فرمایا لوگ کتابیں نہیں دیکھتے ورنہ ساری باتوں کا علاج موجود ہے اور فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

بے پردگی کا نتیجہ :

فرمایا آج کل بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ بے حیائی بے پردگی اس قدر عام ہو چکی ہے اور ایسے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ادھر کچھ دنوں سے زیادہ ہی ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔ ابھی اسی سفر کی بات ہے بے چارے ایک کرم فرما جو واقعی بڑے دیندار ہیں۔ علماء کی بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں خود میرے اوپر بھی ان کے احسانات ہیں اور وہ خود بھی نیک ہیں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں لیکن ان کی ایک بہن ہے غیر مسلم سے اُس کا تعلق ہو گیا ہے بس اسی سے شادی کرنے کے لیے رنجھی پڑی ہے کہ شادی کروں گی تو اسی سے، بیچارے بڑے پریشان ہیں۔ وہ کیا کر سکتے ہیں سب لوگ دعا کرو۔ اصل میں بے پردگی جہاں بھی ہوگی اپنا اثر دکھائے گی زہر کوئی بھی کھائے اس کا اثر ہو کر رہے گا۔ دیندار گھرانوں میں بھی اگر بے پردگی ہوگی تو فساد ہوگا۔ یہ سب بے پردگی کا نتیجہ کا نتیجہ ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ خواہش کا بھوت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی اولاد تک کو چھوڑ دیتا ہے۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ عورت کا اجنبی مرد سے تعلق ہوا وہ اپنے شوہر تک کو قتل کرنے کو تیار ہو گئی۔ یہ بھوت ایسا ہوتا ہے کہ جو بھی اس میں رکاوٹ بنے گا وہ اس کو دور کرے گا۔ بھائی ہو باپ ہو شوہر ہو کسی کی پروا نہ ہوگی۔ بڑے فتنہ کا زمانہ ہے اللہ حفاظت فرمائے۔ شریعت کے خلاف جب کام ہوگا اس کا یہی نتیجہ ہوگا۔

عورت چاہے تو شوہر اور پورے گھر کو دیندار بنادے :

فرمایا عورت کے حالات کا پورے گھر پر اثر پڑتا ہے۔ اگر عورت دیندار ہے تو دوسری عورتوں کو بھی دیندار بنا دے گی اگر عورت آزاد بے پردہ ہے تو ایک کے آنے سے پورا ماحول گندہ ہوجائیگا۔

ایک جگہ کا قصہ ہے کہ ایک تحصیل دار صاحب تھے ان کی شادی ایک صاحب کی لڑکی سے ہوئی جو حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے بڑے دیندار تھے ان کی دینداری کی شہرت تھی رشتہ ہوا اور رخصتی ہوگئی رخصتی کے بعد آتے ہی سب سے پہلے گھر میں دوسری عورتوں سے اُس نے سلام کیا۔ نئی دلہن کے لیے سلام کرنا بڑے عار کی بات سمجھتے ہیں عورتوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بڑی بے حیا معلوم ہوتی ہے۔ جب نماز کا وقت آیا تو اس نے خود ہی پانی مانگا وضو کیا اور دوسری عورت سے کہا کہ آپ لوگ بھی نماز پڑھیں سب کو وضو کرایا نماز پڑھائی۔ عورتوں میں چرچا ہوا یہ تو بڑی بے حیا ہے ابھی سے ٹک ٹک باتیں کرتی ہے۔ اس واسطے کہ اس وقت عورتوں کے ماحول میں نئی دلہن کے لیے بولنا جرم تھا پانی بھی نہیں مانگ سکتی دوسری عورت ساتھ جاتی تھی اگر پانی کی ضرورت ہوتی تو پہلے اس سے کہتی وہ لا کر دیتی۔ اب کھانے کا وقت آیا ناشتہ کھانا سامنے لایا گیا تو کھانے سے انکار کر دیا۔ بہت اصرار کیا گیا تب بھی نہ کھایا۔ اب بات پھیلی کہ بہو کچھ کھاتی نہیں۔ جب زیادہ اصرار کیا گیا تو کہا اچھا جس سے میرا رشتہ ہوا ہے اُن کو بلا دیجئے ان سے تھوڑی بات کرنا چاہتی ہوں۔ عورتوں میں ہائے ہائے مچ گئی کہ یہ کیسی بے حیا ہے ابھی سے شوہر سے سب کے سامنے بات کرتی ہے، بڑی بے شرم ہے۔ شوہر کو بلایا گیا اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں اور رشوت کھانا حرام ہے اس کو تو میں نہیں کھاؤں گی۔ میں آپ سے مطالبہ نہیں کرتی گھر قریب ہے میں اپنا خرچ چلالوں گی گفتگو ہوتی رہی شوہر نے کہا کہ اس میں میری بدنامی ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی بدنامی معلوم ہو رہی ہے اور قیامت میں جو رُسوائی ہوگی اس کا خیال نہیں۔ شوہر نے توبہ کی آئندہ کے لیے عہد کیا کہ کبھی رشوت نہ لوں گا۔ اس کے بعد بیوی نے کھانے کی شرعی صورت بیان کی۔ جب عورت دیندار ہوتی ہے تو شوہر کو دیندار بنا دیتی ہے اس کو دیکھ کر دوسری عورتیں دیندار ہوتی ہیں۔

وہ تحصیل دار صاحب بعد میں بہت دیندار ہو گئے تھے چہرہ پر ڈاڑھی آگئی تھی میرے پاس کثرت سے آتے تھے ، باندا میں بھی رہے ہیں بعد میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے تھے۔ جب میں قربانی کے لیے جانور خریدنے جاتا تو میرے ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے چلتے جب تک رہتا میرے ساتھ ہی رہتے۔ میں نے ان سے کہا آپ کی ذلت ہوتی ہے کہنے لگے یہ ذلت ہزار درجہ اس عزت سے اچھی ہے۔ اب بیچاروں کا انتقال ہو گیا ہے۔ بعد میں تو بہت دیندار ہو گئے تھے واقعی جب عورت دیندار ہوتی ہے تو مرد کو دیندار بنا سکتی ہے۔

عورت بددین ہوتو شوہر کو بددین اور گھر کو برباد کردے گی :

اگر عورت بددین اور آزاد بے پردہ ہے تو مرد کو بھی بددین بنادے گی۔ کتنی جگہ آزاد عورتیں گھروں میں آئیں خود بے پردہ تھیں دوسروں کو بے پردہ بنادیا۔ لباس ایسا کہ ہاتھ کھلے ہوئے پیٹ کھلا ہوا۔ ایسی عورتیں دوسروں کو اور شوہر کو بھی بددین بنادیتی ہیں۔

اس میں بھی ایک تحصیلدار صاحب ہی کا قصہ ہے بڑے دیندار تھے رشوت بالکل نہ لیتے تھے نماز روزہ کے پابند۔ اتفاق سے ان کے چپراسی کے یہاں شادی تھی اس نے تحصیلدار صاحب سے اصرار کیا کہ صاحب اپنے گھر سے آپ بھیج دیں تو میری عزت رہ جائے گی اور وہ تحصیلدار صاحب کسی کے یہاں شادی وغیرہ میں بھیجتے نہ تھے۔ ایک تو شادی میں بے پردگی بہت ہوتی ہے دوسرے اور بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں اس لیے اپنے گھر کی عورتوں کو شادی میں نہ بھیجتے تھے لیکن چپراسی نے بہت اصرار کیا انہوں نے بھیج دیا۔ وہاں جاکر انہوں نے دیکھا کہ ساری عورتیں ایک سے ایک لباس پہنے زیور سے لدی پڑی ہیں اور ہر پانچ منٹ میں نیا جوڑا بدلا جارہا ہے اور ان کو کاٹو تو خون نہیں، عورتیں پوچھتیں کہ یہ کون ہیں تو بتلایا جاتا کہ تحصیلدار صاحب کی بیگم ہیں ان کی اور ذلت ہوتی۔ بس وہاں سے آکر جب گھر آئی ہیں تو تحصیلدار صاحب پر برس پڑیں کہ میری ناک کٹا کے رکھ دی مجھے ذلیل ورُسوا کیا، چپراسی اور نوکران کی عورتیں تو زیور سے لدی رہتی ہیں۔ نئے نئے جوڑے منٹ منٹ پر بدلے جاتے ہیں اور میرے پاس صرف ایک سادہ جوڑا، زیور سے بالکل ننگی۔ تحصیلدار صاحب نے سمجھایا کہ ارے جتنی تنخواہ ہے اسی کے مطابق انتظام کرتا ہوں وہ لوگ دوسری طرح آمدنی کرتے ہیں رشوت لیتے ہیں بیگم صاحبہ فرماتی ہیں تو آپ کے لیے کیا دروازہ بند ہے؟ آپ کو کس نے منع کیا؟ الغرض اتنا پیچھے پڑیں بالآخر شوہر کو مجبور کر دیا وہ رشوت لینے لگے اور ان کی ساری دینداری ختم ہوگئی۔ یہ تحصیلدار صاحب کی کمزوری اور ڈھیلے پن کی بات تھی ورنہ سخت ہوجاتے نہ لیتے رشوت کیا کرلیتی عورت، گھر سے نکال دیتے دماغ درست ہوجاتا۔

جب عورت بددین ہوتی ہے تو شوہر کو بھی بددین بنادیتی ہے اسی وجہ سے اہل کتاب یہودی یا عیسائی عورتوں سے کوئی نکاح کرے تو نکاح تو جائز ہوجائے گا لیکن اس کی ممانعت ہے کیوں کہ اس سے گھر برباد ہوتا ہے۔

دورانِ گفتگو فرمایا کہ شوہر بیوی کا بے تکلف ہوکر ماں باپ اور اپنے بڑوں کے سامنے بولنا ہنسی مذاق کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کچھ چیزیں عرفی ہوتی ہیں، عرف میں اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ فقہا کی تصریح کے مطابق ادب کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں بڑوں کے سامنے بے تکلف ہوکر بات کرنے کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بہت بڑی بے ادبی اور بے حیائی ہے۔ (بشکریہ ندائے شاہی)

باب : ۹ قسط : ۱۸

دینی مسائل

☆

نماز کی شرطوں کا بیان

(۳) ستر چھپانا :

نماز میں مرد کے لیے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں جبکہ گھٹنے ستر میں داخل ہیں۔ اتنا بدن نماز میں ڈھکنا فرض ہے۔ اس کے سوا اور بدن کھلا ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن بلا ضرورت بس اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں کے سوا باقی تمام بدن ستر ہے۔

مسئلہ : نماز میں اپنا ستر دوسرے لوگوں سے چھپانا بالاتفاق فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں۔ لہٰذا اگر لمبا کرتہ پہن کر بغیر شلوار کے نماز پڑھے اور کرتہ ایسا ہو کہ اگر اس کے گریبان میں جھانکے تو اپنا ستر نظر آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی (لیکن قصداً اس میں سے اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے)

مسئلہ : ایسا باریک لباس پہننا جس میں سے کھال کی رنگت نظر آتی ہو حرام ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی اسی طرح عورت اگر باریک چادر یا دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جس میں سے بالوں کی سیاہی چمکتی ہو تو اس سے نماز درست نہیں ہوتی۔

مسئلہ : موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو مگر بدن سے ایسا چپکا ہوا ہو کہ دیکھنے سے اعضائے بدن کی ہیئت معلوم ہوتی ہو ایسے کپڑے سے نماز ہو جائیگی لیکن مکروہ ہوگی۔

مسئلہ : نماز میں تھوڑا سا ستر کھل جانا معاف ہے اس لیے کہ اس میں حرج ہے اور بہت کھل جانا حرج میں شمار نہیں ہوتا اس لیے معاف نہیں اور اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ : چوتھائی اور اس سے زیادہ بہت میں داخل ہے اور چوتھائی سے کم تھوڑے میں ہے۔ چوتھائی یا زیادہ ستر کا کھلنا نماز کو اس وقت فاسد کرتا ہے جبکہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا۔

تنبیہ : چوتھائی سے اعضائے ستر میں سے ہر عضو کی اپنی چوتھائی مراد ہے اور یہ اس وقت ہے جب صرف ایک عضو کا

حصہ کھلا ہو۔ اگر ایک عضو میں سے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا کھلا ہو تو اس کو جمع کریں گے اور چوتھائی کا اعتبار کریں گے۔ اور اگر دو یا زیادہ اعضاء میں سے کھلا ہو تو کھلے حصہ کو جمع کر کے ان میں سے سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کا اعتبار کریں گے۔

مسئلہ : جن اعضاء کا ڈھانپنا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی کھل گیا اور اس نے فوراً یعنی رکن کی مقدار سے پہلے پہلے ڈھانپ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار کھلا رہا تو نماز فاسد ہوگئی۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بلا ارادہ کھل گیا ہو۔ اور اگر اپنے ارادہ یا اپنے فعل سے کھولا تو اگرچہ فوراً ڈھانپ لیا تب بھی نماز جاتی رہی کیونکہ قصداً کھولنے میں رکن کی مقدار کی رعایت نہیں ہے۔

مسئلہ : اگر نماز شروع کرتے وقت ستر کے عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اس حالت میں تکبیر تحریمہ کہی تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی اگرچہ رکن کی مقدار سے کم وقت گزرے۔ چوتھائی سے کم کھلا ہوا ہو تو خواہ کتنی دیر گزر جائے نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے لیکن ایسی جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر پڑھے اور رکوع اور سجدہ کو اشارہ سے کرے۔

مسئلہ : اگر کپڑے کے استعمال سے معذوری آدمیوں کے فعل کی وجہ سے ہو تو جب معذوری جاتی رہے نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اُتار لیے ہوں یا کسی دُشمن نے اس کے کپڑے اُتار لیے ہوں اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر اعادہ کی صورت نہیں۔ مثلاً کسی کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں۔

مسئلہ : اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپالے چاہے اس کو بچھا کر نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس مقام پر پڑھ لے اگر پاک جگہ میسر نہ ہو۔

مسئلہ : جو لڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی اگر اس کی اوڑھنی سرک گئی اور اس کا سر کھل گیا تو اس کی نماز ہوگئی۔

(۴) نیت کا ہونا :

مسئلہ : زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دل میں جب اتنا سوچ لے کہ میں آج کی ظہر کے فرض پڑھتا ہوں اور اگر سنت پڑھتا ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتا ہوں۔ بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ جو لمبی چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا برا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے تکبیر تحریمہ کہنے میں دیر کرتے ہیں جبکہ امام تلاوت شروع کر دیتا ہے۔

مسئلہ : اگر زبان سے نیت کہنا چاہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ نیت کرتا ہوں آج کے ظہر کے فرض کی اللہ اکبر

یا نیت کرتا ہے ظہر کی سنتوں کی اللہ اکبر۔

مسئلہ : اگر دل میں تو یہی خیال کرتا ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا وقت نکل گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ : اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ رکعت یا تین زبان سے نکل جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ : بعض علماء کے نزدیک فرض اور واجب کے سوا سنت اور نفل اور تراویح کی نماز میں فقط اتنی نیت کر لینا کہ میں نماز پڑھتا ہوں سنت ہونے اور نفل ہونے کی کچھ نیت نہیں کی تو بھی درست ہے مگر راجح یہ ہے کہ ہر ایک کو خاص کر کے نیت کرے۔

مسئلہ : اگر کئی نمازیں قضا ہو گئیں اور قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کر کے نیت کرے یعنی نیت کرے کہ میں فجر کے فرض کی قضاء پڑھتا ہوں۔ اگر ظہر کی قضا پڑھنا ہوں تو یوں نیت کرے کہ ظہر کے فرض کی قضاء پڑھتا ہوں اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنی ہو خاص اسی کی نیت کرنا چاہیے۔ اگر فقط اتنی نیت کر لی کہ میں قضا نماز پڑھتا ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی پھر سے پڑھنا پڑھے گی۔

مسئلہ : اگر کئی دن کی نمازیں قضا ہو گئیں تو دن تاریخ بھی مقرر کر کے نیت کرنا چاہیے جیسے کسی کی اتوار، پیر منگل اور بدھ چار دن کی نمازیں جاتی رہیں تو اب فقط اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی نماز پڑھتا ہوں درست نہیں ہے بلکہ یوں نیت کرے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں پھر ظہر پڑھتے وقت کہے اتوار کی ظہر کی قضا پڑھتا ہوں اسی طرح کہتا جائے۔ اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا بھی نام لے اور کہے کہ فلاں سال کے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں۔ بغیر اس طرح نیت کیے قضا صحیح نہیں ہوتی۔

اصلی مسئلہ تو یہی ہے لیکن اگر کسی نے دن اور تاریخ کی تعین کے بغیر قضا نمازیں پڑھ لیں تو اس حکم یہ ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دہرا لے اور اگر دشوار ہے تو وہی نمازیں کافی ہوں گی۔

مسئلہ : اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں۔ اسی طرح نیت کر کے برابر قضا پڑھتا رہے جب دل گواہی دے دے کہ اب سب نمازیں جتنی جاتی رہی تھیں سب کی قضا پڑھ چکا ہوں تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

مسئلہ : مقتدی کو اپنے امام کی اقتداء کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

مسئلہ : امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے امامت کی نیت کرنا شرط نہیں۔ البتہ اگر کوئی عورت اس کے

پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ اور جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتداء صحیح ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔ اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

مسئلہ : مقتدی کو امام کی تعین کرنا شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمر بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ ہاں اگر نام لے کر تعین کرے گا پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں حالانکہ جس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس (مقتدی) کی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کے لیے پڑھتا ہوں۔ اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کو یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے میں بھی اس کی نماز پڑھتا ہوں۔ (جاری ہے)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

NBB

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

باب : ۲ قسط : ۱۹

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِنظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب **Ahmedia Movement British-Jewish Connection** ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

جھوٹے مسیح :

ہم مرزا صاحب کے دعوائے مسیح موعود کے مختلف پہلوؤں پر بحث کریں گے تاکہ اس کے دعوے کی نوعیت کو تاریخی تناظر میں دیکھا جاسکے۔ یہودیوں کے مسیح موعود کی آمد کا نظریہ یہودیوں کے ہاتھوں میں ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ انیسویں صدی میں صیہونیت کے آغاز اور ترقی کے ساتھ ہی اس عقیدے کو گرہن لگ گیا۔ پہلی صدی عیسوی سے لے کر صیہونیت کی ابتداء (۱۸۹۷ء) تک کئی خودساختہ مسیح ظاہر ہوئے۔ مسیح کے ظہور کے ساتھ عموماً کسی بغاوت یا شورش کا آغاز ہوتا، ہر دعویدار کی خواہش ہوتی کہ وہ اقتدار حاصل کرے اور بھٹکتے یہودیوں کی ارضِ مقدس میں بحالی کرے۔ مسلمانوں کی حکومت میں کئی خودساختہ مسیحاؤں نے مسلمان ریاستوں کو گرانے کے لیے قومی سیاسی تحریکیں شروع کیں۔ ۷۰۰ء کے لگ بھگ ''ابوعیسیٰ اصفہانی'' نے مسیح ہونے کا دعوٰی کیا۔ اس نے یہودیوں کی ایک فوج اکٹھی کی تاکہ خلافتِ اسلامیہ کا جوا اپنی گردن سے اُتار پھینکے اور یہودیوں کو فلسطین لے جائے۔ آخرکار جنگ ہوئی اور یہودیوں کو اس میں شکستِ فاش ہوئی اور وہ تتر بتر ہوگئے۔ ابوعیسیٰ نے خودکشی کرلی، مگر اپنی مثال پر چلنے کے لیے دوسروں کی حوصلہ شکنی نہ کی۔

ایک چرواہے ''یودگان الراعی'' نے بھی اسی قسم کی کوشش کی اور آخر میں شکست کھا کر مارا گیا۔ تقریباً اسی وقت شام میں ''سیرینس'' نامی ایک شخص نے یہودیوں کو اپنی قیادت میں فلسطین فتح کرنے کی دعوت دی۔ یہودی ہزاروں کی تعداد میں اس کے گرد اکٹھے ہوگئے مگر اس کے وعدوں کی ناکامی نے انہیں سوائے شدید صدمے کے اور کچھ نہ دیا۔

مسیح کے تصور کو صلیبی جنگوں کے زمانے میں ایک نیا رنگ ملا۔ ایک ہسپانوی یہودی ''ابولافہ'' نے مسیح ہونے کا دعوٰی کیا اور ۱۲۸۱ء میں روم چلا گیا تاکہ پوپ کو قائل کر سکے۔ اس نے صلیبی جنگوں میں یہودیوں کی مدد کی پیش کش بھی کی سب سے دلچسپ یہودی نجات دہندہ ''شابتی زیوی'' تھا۔ ۱۶۴۸ء میں وسطی اور مشرقی یورپ کو سیاسی بحرانوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان واقعات سے مسیح کی آمد کے تصور کو تقویت ملی۔ یہودی سازشوں کو یقین تھا کہ جنگ اور وباؤں کے بعد مسیح آئے گا اور بڑی دلجمعی سے اس کا انتظار کرنے لگے۔ ہسپانوی یہودی شابتی زیوی نے ۱۶۴۸ء میں مسیحا ہونے کا دعوٰی کیا۔ وہ جہاں کہیں بھی گیا یہودیوں نے اس کا والہانہ استقبال کیا۔ اس نے بہت سے علماء کے ساتھ سمرنا سے سالونیکا کا سفر کیا۔ اس نے توریت کے ایک حکم نامے کے ساتھ شادی کا سوانگ بھرا اور اسے اپنی دلہن بنایا۔ سالونیکا سے وہ قاہرہ چلا گیا جہاں اسے اپنے مقصد کے لیے سازگار ماحول میسر آ گیا۔ ایک دولت مند یہودی ''رافیل جوزف شلیبی'' نے اسے خیرات تقسیم کرنے کے بہانے یروشلم بھیجا۔ وہاں وہ غزہ کے ناتھن سے ملا جو خود نبوت اور مسیحیت کا دعویدار تھا۔ اس نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ اپنے آپ کو خدائے یہود کے طور پر مشہور کرے گا اور زیوی کے مسیح ہونے کے بارے میں پروپیگنڈہ کرے گا۔ زیوی نے سارہ سے شادی کرلی جو کہ مسیح موعود کی دلہن ہونے کی دعویدار تھی۔ یہ شادی شلیبی کے گھر واقع قاہرہ میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ اس شادی کی مسلمہ کذاب کی شادی سے بڑی مماثلت پائی جاتی ہے جو اس نے سجاح کے ساتھ کی۔ مرزا صاحب نے بھی محمدی بیگم کے ساتھ شادی کی بہت خواہش کی، مگر اس کے باپ نے خدا کے نام پر دھوکا اور دھونس میں آنے سے انکار کر دیا۔

زیوی کا انتہائی جوش و خروش سے استقبال کیا گیا۔ بہت سے یہودیوں نے اپنا مال و اسباب فروخت کر دیا اور فلسطین کی طرف چل پڑے۔ اپنی اس کامیابی پر نازاں ہو کر اس نے اعلان کیا کہ وہ قسطنطنیہ جا رہا ہے جہاں اسے دیکھتے ہی سلطان ترکی اپنا تخت اس کے حوالے کر دے گا اور وہ شہنشاہ بن جائے گا مگر جب اس کا جہاز ترکی بندرگاہ پر پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور قلعہ عبیدہ میں قید کر دیا گیا۔ تہہ خانے سے اس نے پولینڈ کے یہودیوں کو پیغامات بھجوائے اور انہیں حکم دیا کہ وہ ''نحمیہ کاہن'' کو اس کے پاس بھجوائیں جو کہ خود مسیحیت کا دعویدار تھا۔ کاہن نے زیوی سے ملاقاتوں کے بعد اعلان کیا کہ زیوی مسیح نہیں ہے، اپنے اس اعلان کے بعد پولینڈ سے یہ پیغمبر اس صورت میں بچ سکتا تھا اگر وہ کسی محفوظ جگہ بھاگ جاتا۔ زیوی کو سلطان کی عدالت میں مقدمہ چلانے کے لیے لایا گیا۔ اس نے تمام دعوؤں سے دستبرداری کا اعلان کیا اور

سلطان کے دربار میں معمولی ملازمت قبول کرنے اور اسلام قبول کرنے پر بھی رضامندی ظاہر کردی۔ زیوی کے پیروکار اگرچہ دھوکا کھاچکے تھے پھر بھی یہ دلائل دیتے تھے کہ مسلمان زیوی ایک انسانی ہیولا ہے اور وہ بذاتِ خود مزید بہتر مواقع پیدا ہونے کے انتظار میں آسمانوں پر چلا گیا ہے۔ ؎۱

اس نے یہودیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے اور بڑی جلدی واپس آئے گا۔ وہ یہودی جو منافقانہ طور پر یہودیت کی ترقی کی خاطر مسلمان ہوگئے تھے اور مسیح کی آمد کے منتظر تھے انہوں نے اپنے آپ کو قادیانیوں کی طرح ایک ''دونمہ'' نامی خفیہ یہودی فرقہ میں منظم کرلیا۔

اٹھارویں صدی کے برطانیہ میں ''رچرڈز برادرز'' نامی ایک انگریز نے مسیحیت کا دعوٰی کیا اور اپنے آپ کو شہزادہ اور یہودیوں کی فلسطین میں آبادکاری کرنے والا ظاہر کیا۔ ایک خاتون ''جونا ساؤتھ کوٹ'' نے معجزاتی حمل کے بعد مسیح موعود کی پیدائش کا اعلان کیا۔ (برطانوی انسائیکلوپیڈیا، مسیحا) مگر وہ ایسا نہ کرسکی۔ تاہم برطانیہ کے بہت سے یہودیوں نے اس کا بہت احترام کیا۔ مرزا صاحب کے ہم عصروں میں سے امریکا کا ''جان الیگزنڈر ڈوئی'' اور برطانیہ کے ''ج۔ ایچ پگٹ'' نے بھی مسیحائی کا دعوٰی کیا۔ یہ تمام اشخاص یا تو خفیہ طور پر یہودی تھے یا ان کے آلہ کار، ان سب کا اصل مقصد یہودی قومیت پرستی کو ایک جہت اور ڈھانچا فراہم کرنا اور مخالفانہ یورپی معاشروں میں ان کے لیے ایک سازگار ماحول پیدا کرنا تھا۔ فری میسوں نے یہودی قومیت کی خاطر بڑے لطیف پیرائے میں ماسونی لاجیں قائم کرکے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یورپی نظریات پر کلیسائے عیسائیت کی زبوں حالی اور امریکا میں یہودیوں کی ابھرتی ہوئی طاقت نے بڑا اثر ڈالا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ :

مرزا صاحب نے نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی طبعی موت کا اعلان کیا بلکہ آپ کا نام نہاد مقبرہ بھی دریافت کرلیا۔ ؎۲ پہلے گیلیل (فلسطین) پھر طرابلس پھر شام اور آخر کار ایک پیغمبرانہ وحی کے بعد سری نگر (کشمیر) میں اسے دریافت کرلیا۔ ؎۳

یہ ایک چونکا دینے والی دریافت تھی۔ سینکڑوں لوگ سری نگر کی خانیار گلی میں وہ مقبرہ دیکھنے کے لیے گئے۔ مگر جو کوئی بھی گیا۔ مرزا صاحب کی چالبازی پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ (مرزا صاحب نے اپنے ایک انتہائی قابلِ اعتماد پیروکار مولوی عبداللہ وکیل سے کہا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سری نگر میں مقبرے کے بارے میں شواہد اکٹھے کرے۔ اپنی کتاب

؎۱ گریزل صفحہ نمبر ۵۱۶ ؎۲ مرزا غلام احمد ''ست بچن'' قادیان ۱۸۹۵ء صفحہ نمبر ۱۶۴

؎۳ مرزا غلام احمد ''الہدیٰ'' قادیان ۱۹۰۲

''راز حقیقت'' میں مرزا صاحب نے مولوی وکیل کا ایک خط دیا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں دفن کیے گئے۔ مولوی وکیل بعد ازاں ایک بہائی مبلغ بن گیا اور قادیانیت چھوڑ گیا۔ اس کے عقائد میں تبدیلی کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ اس نے واضح طور پر اس فریب کا پردہ چاک کیا جو مرزا صاحب کی وحی کی تصدیق بھی لیے ہوئے تھا۔ وہ یہ بات سمجھنے میں ناکام رہا کہ کیوں مرزا صاحب نے اس داستان پر اپنی مہر نبوت کی تصدیق لگا دی ہے جو کہ حکیم نورالدین بھیروی اور خلیفہ نورالدین آف جموں کی اختراع اور من گھڑت بات ہے۔ ؎ (جاری ہے)

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ

دلشاد گولڈ سمتھ

ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں

پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدّین۔ مُحمّد اعزاز

مُحمّد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر۔ فسٹ فلور دھوبی منڈی پرانی انارکلی لاہور فون: 7240181

؎ دیکھیے مولوی عبداللہ وکیل کا پمفلٹ ''شعلہ ناز''۔ سری نگر اور مفتی محمد سعادت شاہ۔ ''تحقیقات یوز آصف'' سری نگر

وفیات

گزشتہ ماہ پندرہ جنوری کو بادشاہی مسجد لاہور کے سابق خطیب حضرت مولانا عبدالقادر صاحب آزاد رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ مولانا کا پاکستان کے نامور مقرروں میں شمار ہوتا تھا ان کا مخصوص اندازِ بیان ہر عام وخاص کو مسحور کر دیتا تھا۔ مسلک دیوبند کے لیے مولانا کی خصوصی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی دعاؤں کے ساتھ امید کی جاسکتی ہے کہ مولانا کی اولاد جو جامعہ مدنیہ میں زیرِ تعلیم بھی رہ چکی ہے مولانا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلک کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرے گی ۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں علیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

☆

پندرہ جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے خیر خواہ اور معاون خصوصی جناب چودھری جاوید صاحب اور حافظ مجاہد صاحب کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئیں اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحومہ بہت ہی نیک دل اور دعاء گو خاتون تھیں، جامعہ جدید کی تعمیر وترقی کے لیے ہمہ وقت دعا گو اور فکر مند رہتی تھیں ۔ ان کی وفات پر خادمانِ جامعہ مدنیہ جدید ان کے پسماندگان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں نیز مرحومہ کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعاء کرتے ہیں ۔

☆

جناب حبیب احمد صاحب کی والدۂ محترمہ اور عقیل صاحب کی دادی صاحبہ بھی گزشتہ ماہ وفات پا گئیں ۔ مرحومہ بہت عبادت گزار خاتون تھیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے ۔ آمین ۔

☆

جامعہ مدنیہ کے شعبہ تجوید کے قاری محمد ادریس صاحب کے چھوٹے بھائی، درجہ کتب کے مدرس مولوی عرفان صاحب کی خوشدامن صاحبہ اور قاری غلام سرور صاحب کے خالہ زاد بہنوئی رائے محمد شریف صاحب بھی گزشتہ ماہ دارِ بقاء کی طرف کوچ کر گئیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت اور پسماندگان کی کفالت فرمائے ۔

تمام مرحومین کے لیے جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔

☆

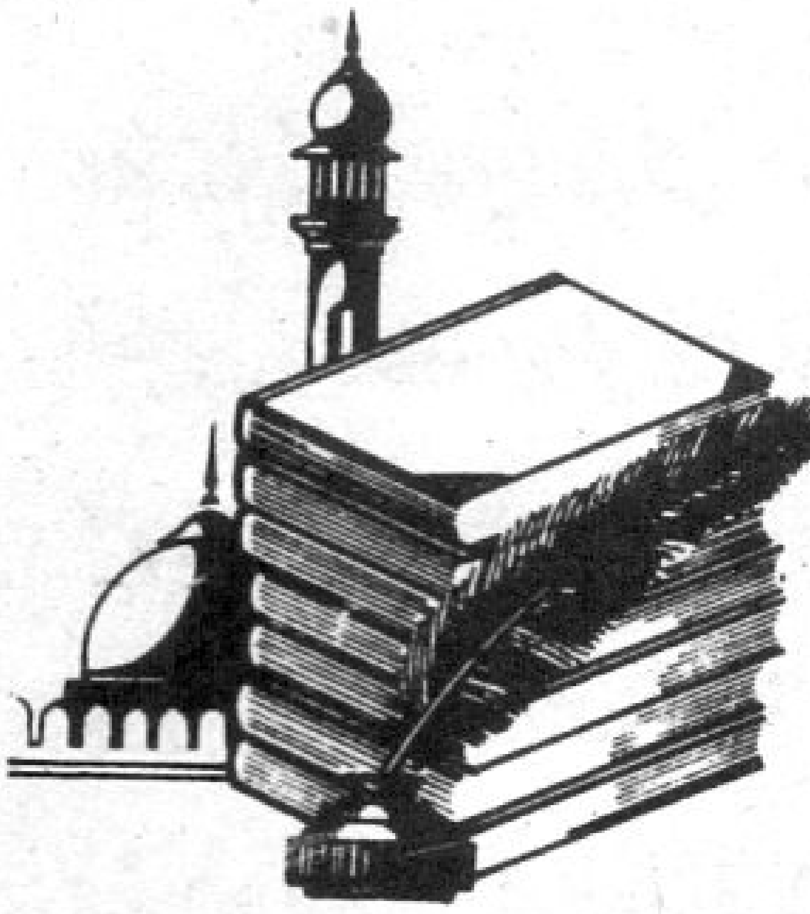

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : شرح شمائل ترمذی (ج نمبر ۱)

تصنیف : مولانا عبد القیوم حقانی

صفحات : ۶۴۰

سائز : ۲۰×۲۶/۸

ناشر : القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

قیمت : درج نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی عام زندگی کے معمولات کیا تھے؟ آپ کھاتے کیسے تھے، پیتے کیسے تھے؟ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا کیسے ہوتا تھا؟ آپ کا سراپائے اقدس کیسا تھا؟ آپ کیسا لباس زیب تن فرماتے تھے؟ آپ کو کون سی چیزیں مرغوب تھیں؟ ان سب باتوں کو جاننے کے لیے امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''شمائل'' ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو قبولیت سے نوازا ہے اسی لیے ہر زمانہ میں اس کی شروحات لکھی جاتی رہی ہیں، اُردو میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ''خصائل نبوی'' معروف ہے لیکن یہ مختصر شرح ہے، حال ہی میں معروف عالم دین اور مشہور قلم کار مولانا عبد القیوم حقانی صاحب نے ''شمائل ترمذی'' کی ایک مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے۔ اس شرح کی پہلی جلد اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے، اس شرح میں مولانا کا انداز مدرسانہ ہے، آپ پہلے متن تحریر فرما کر اس کا ترجمہ کرتے ہیں پھر راویانِ حدیث کا تعارف کراتے ہیں پھر لغات کا حل پیش کرتے ہیں، کہیں کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہو تو اسے ذکر کر کے احناف کا موقف واضح کرتے ہیں۔ کہیں اگر شبہ پیش آئے تو اس کا جواب تحریر کرتے ہیں، روایات میں اگر کہیں تعارض نظر آئے تو تطبیق کی صورت بتلاتے ہیں، اندازِ بیان سہل اور دلنشیں ہے، علماء و عوام سب کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

☆

نام کتاب : بُستان العارفین

تصنیف : علامہ ابواللیث سمرقندیؒ

صفحات : ۳۱۷

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

حضرت ابواللیث سمرقندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۳ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے مفسر، محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ "امام الھدٰی" آپ کا لقب تھا آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اور اخلاقیات سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ "تنبیہ الغافلین" آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب "بستان العارفین" بھی آپ کی تصنیف ہے اس میں آپ نے اصلاحِ احوال اور پند و نصیحت سے متعلق مختلف عنوانات کے تحت بہت سی قیمتی باتیں درج فرمائی ہیں۔ اصل کتاب عربی میں تھی اس کا ترجمہ حضرت مولانا عبدالمجید انور صاحب دامت برکاتہم نے کیا ہے، ترجمہ نہایت رواں، شستہ اور اغلاق سے ہٹ کر سلیس انداز میں کیا گیا ہے، ترجمہ پر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے نظرِ ثانی فرما کر جا بجا مفید حواشی رقم فرمائے ہیں جس سے ترجمہ کی افادیت دوچند ہوگئی ہے، کتاب حسنِ معنوی کے ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے عوام اس سے ضرور فائدہ اُٹھائیں۔

☆

نام کتاب : سرمایہ عشاق

ترتیب : مولانا محمد اسحاق ملتانی

صفحات : ۲۴۴

سائز : ۲۰×۳۰/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت :

"حج" ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جس کی ادائیگی پر بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن چونکہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہوتا ہے اور اس کے لیے سفر کر کے دور جانا پڑتا ہے اس لیے اکثر لوگ حج کے مسائل سے نا آشنا

ہوتے ہیں اور کماحقہ ارکانِ حج کو صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ حج پر جانے والے حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ حج پر جانے سے قبل اس کے ضروری ضروری مسائل سے ضرور واقفیت حاصل کریں اور کچھ نہ کچھ اس کے فضائل سے بھی آگاہ ہوں تاکہ ارکانِ حج کو شوق و رغبت سے ادا کر کے اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔ پیشِ نظر کتاب ''سرمایۂ عشاق'' میں حجاج کرام کے لیے حج کے موٹے موٹے مسائل اور اس کے فضائل کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے ساتھ ہی شوق و رغبت بڑھانے کے لیے اسلاف کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں، حج پر جانے والے حضرات کے لیے یہ کتاب حج کے مسائل و فضائل سے متعلق رہنمائی کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔

☆

نام کتاب : انوار القرآن

تصنیف : مولانا عبد الرحمان صاحبؒ، فاضل دیوبند

صفحات : ۶۰۸

سائز : ۲۰×۲۶/۸

ناشر : سنگت پبلشرز ۲۵۔سی لوئر مال لاہور

قیمت : /۳۵۰

فہم قرآن کے لیے علوم القرآن کا حصول ضروری ہے اس کے بغیر قرآن فہمی کا دعوی بے کار ہے، علوم القرآن میں سے ایک لغات القرآن کا علم ہے۔ ہر دور میں مختلف زبانوں میں لغات القرآن سے متعلق کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں زیرِ تبصرہ کتاب ''انوار القرآن'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب ایک صاحب دل بزرگ مولانا عبد الرحمٰن کی تصنیف ہے، موصوف فاضل دیوبند اور معروف نقشبندی بزرگ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد تھے۔

آپ کی یہ کتاب حل لغات سے متعلق ایک عمدہ کاوش ہے، اس میں آپ نے حل لغات کے ساتھ ساتھ اہم مقامات پر ائمہ تفاسیر کے اقوال بھی ذکر فرمائے ہیں، بہت سے مقامات پر آیات کے شانِ نزول کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کے بغیر اُن آیات کا سمجھنا مشکل ہے نیز آپ نے قرآنی الفاظ کے اصلی حروف اور اُن کے اشتقاق پر بحث کرتے ہوئے اُن کا صرفی و نحوی حل بھی پیش کیا ہے۔ لغت اور تفسیر کے علاوہ عقائد و اعمال سے متعلق ضروری مسائل بھی آیات کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بیان کر دیئے ہیں۔

موصوف کا طرز حلِ لغات میں سب سے ہٹ کر ہے آپ نے نہ مفردات کو بنیاد بنایا ہے، نہ حروف تہجی کی

ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے۔ آپ کے پیشِ نظر قرآن پاک کی ترتیبِ تلاوت ہے اسی ترتیب سے آپ ہر اہم کلمہ کو درج کرنے کے بعد اس کے مَالَهٗ وَمَاعَلَيْهِ کو ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی یہ کتاب سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک کے اہم کلمات کے حل پر مشتمل ہے، انداز انتہائی آسان اور سہل ہے جس سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

ناشرین نے پرانی کتاب کا عکس لے کر اس کتاب کو شائع کیا ہے اگر آئندہ ایڈیشن کو طباعت کے جدید انداز کے ساتھ کمپوز کروا کر شائع کیا جائے اور شروع میں مصنف کا تفصیلی تعارف دے دیا جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ تاہم یہ ایڈیشن بھی عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ علوم القرآن سے وابستہ حضرات اس سے ضرور استفادہ کریں۔

☆

نام کتاب : تاج اعظم (اُردو ترجمہ حقیقت الاسلام)

مترجم : مولانا قاری قیام الدین الحسینی

صفحات : ۱۲۸

ناشر : جامعہ نعمت الرحیم حسین آگاہی ملتان

قیمت : درج نہیں

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق جامع ہدایات دی گئی ہیں۔ زندگی کا ایک اہم شعبہ حقوق سے متعلق ہے، حقوق دو قسم کے ہیں۔ (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد، علماء نے تصریح کی ہے کہ دونوں حقوق میں اہم حقوق العباد ہیں۔ بڑا المیہ ہے کہ آج کل لوگ حقوق اللہ کی طرف تو کسی نہ کسی درجہ میں توجہ دے لیتے ہیں لیکن حقوق العباد کی طرف اچھے اچھے دیندار بھی متوجہ نہیں ہوتے اسی لیے گھر گھر سر پھٹول اور لڑائی نظر آتی ہے، اگر حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی ادا کیا جائے تو دنیا جنت نظیر بن جائے۔ علماءِ اُمّت اور صلحاءِ ملّت ہر دور میں حقوق العباد سے متعلق کتابیں تحریر فرما کر اُن کی ادائیگی پر زور دیتے رہے ہیں۔ پیشِ نظر کتاب ''تاج اعظم'' میں بھی اسی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

''تاجِ اعظم'' دراصل ترجمہ ہے ''حقیقت الاسلام'' کا جو بیہقیِ وقت، علم الہدیٰ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (م ۱۲۲۵ھ) کی تصنیف ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اس کتاب میں حضرت قاضی صاحبؒ نے کتاب وسنت کے حوالہ سے حقوق العباد کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ فارسی زبان ہمارے ملک میں چونکہ قریب قریب متروک ہو چکی ہے اس لیے اس کتاب سے عام حضرات کا فائدہ اُٹھانا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے محترم

ومکرم بزرگ حضرت قاری قیام الدین صاحب زید مجدھم کو کہ انہوں نے اس کا رواں اور شستہ ترجمہ کیا، اہم مقامات پر ضروری نوٹس دیئے اور خوبصورت انداز میں عوام کے سامنے پیش کردیا۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر حضرت قاری صاحب فارسی متن کو بھی تصحیح کے ساتھ درج فرمادیتے کہ ایک تو اس سے برکت ہوتی، دوسرے صحیح متن محفوظ ہوجاتا، تیسرے فارسی سے تھوڑی سی شد بدھ رکھنے والوں کا لطف دوبالا ہوجاتا۔ تاہم مَالَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ کے تحت یہ بھی غنیمت ہے، اللہ تعالیٰ قاری صاحب کے علمی افادات میں برکت اور ہم جیسے حضرات کو اُن پر عمل کی توفیق عطا فرمائے

☆

نام کتاب : عملیات وتعویذات کے شرعی احکام

افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

صفحات : ۳۳۶

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

موجودہ دور میں گناہوں کی کثرت اور خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے بڑی تیزی کے ساتھ روحانی اور جسمانی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کی جائے اور خدا اور رسول ﷺ کے حکموں پر عمل کیا جائے لیکن المیہ ہے کہ لوگ اس چیز پر عمل کے بجائے عملیات وتعویذات کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور انہی میں اپنے لیے عافیت اور شفاء سمجھنے لگے ہیں اور اُنھیں اس چیز کی بھی پروانہیں کہ کم از کم یہ تو دیکھ لیں کہ عملیات وتعویذات کی لائن کا آدمی متقی و پرہیزگار اور قابل اعتماد بھی ہے یا نہیں اور وہ جو عملیات وتعویذات کر رہا ہے وہ جائز بھی ہیں یا نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے حضرات ان عاملین کی وجہ سے اپنی دنیا تو برباد کرتے ہی ہیں فسادِ عقیدہ کی بناء پر اپنی عاقبت بھی برباد کر لیتے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ عوام الناس کو ایسے لٹریچر سے روشناس کرایا جائے جس میں عملیات و تعویذات کے حدود وقیود اور ان کے احکامات نیز کتاب وسنت سے ماخوذ عملیات بیان کیے گئے ہوں۔ پیشِ نظر کتاب ''عملیات وتعویذات کے شرعی احکام'' ایسی کتاب ہے جو عملیات وتعویذات کے حدود وقیود اور اُن کے شرعی احکام پر مشتمل ہے یہ کتاب حضرت مولانا محمد زید صاحب مظاہری زید مجدہم نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے

افادات کی روشنی میں مرتب کی ہے، ناشرین نے اس کے ساتھ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی معروف کتاب "اعمالِ قرآنی" کا اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے اس کتاب کی افادیت دوچند ہو گئی ہے، عملیات و تعویذات کی لائن سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔

☆

نام کتاب : آپ کا انتخاب؟

تصنیف : نصرت علی زبیری

صفحات : ۱۴۰

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : زبیری پبلشرز 2-E-519 جوہر ٹاؤن لاہور

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے قرآنی احکامات میں سے چیدہ چیدہ احکام سے متعلق آیات کریمہ کا ترجمہ دیا ہے تاکہ عام مسلمانوں کو ان احکام کا علم ہو اور وہ ان پر عمل پیرا ہو سکیں اسی لیے مصنف نے اس کتاب کو مفت تقسیم کے لیے طبع کیا ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں رکھی، کتاب کی کتابت و طباعت عمدہ ہے۔

☆

نام کتاب : ماہنامہ الہادی (خصوصی نمبر)

مدیر : مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی

صفحات : ۲۲۴

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : ادارہ صدیقیہ نزد حسین ڈی سلوا۔ گارڈن ویسٹ نشتر روڈ کراچی

قیمت : ۱۲۰/

زیرِ تبصرہ کتاب کراچی سے شائع ہونے والے رسالے "ماہنامہ الہادی" کا خصوصی نمبر ہے جو مؤلف تفسیر درس قرآن مولانا محمد احمد صاحبؒ کی شخصیت سے متعلق شائع کیا گیا ہے۔ اس نمبر میں مولانا محمد احمد صاحبؒ کا تفصیلی تعارف، اُن کے حالاتِ زندگی ان کی تعلیم و تربیت ان کے افکار و نظریات، اُن کی دینی خدمات اور ان کی وفات پر علماء و عوام کے تأثرات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، تذکرہ و سوانح سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاص طور پر اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ (ن۔ا)

توجہ فرمائیں...... فہم دین کورس

آپ کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو دین کے صحیح علم و فہم سے آپ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر **جامعہ مدنیہ لاہور کے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب** نے اردو زبان میں جامع دینی نصاب تیار کیا ہے جو اسلام کے عقائد، اصول اور جدید سے جدید مسائل اور تفسیر و حدیث پر مشتمل ہے۔ فرقہ واریت سے پاک اس نصاب کو سنجیدہ اور علمی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اسلام سے تعلق رکھنے والوں اور دین کے دردمندوں کے لئے یہ نصاب الحمد للہ بہت ہی مفید ہے جو بہت ہی مختصر وقت میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ معیاری نصاب فہم دین کورس کے نام سے دو درجوں پر مشتمل ہے:

درجہ عام (O` Level)

یہ تین مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے جو بازار میں دستیاب ہیں:

1- اسلامی عقائد

2- اصول دین

3- مسائل بہشتی زیور

(جدید ترتیب اور جدید مسائل کے ساتھ 2 جلدوں میں مکمل)

صرف ایک گھنٹہ روز پڑھائی ہو تو درجہ عام کی کتابوں کی تعلیم چھ سات ماہ میں مکمل کی جا سکتی ہے۔ اس درجہ تک کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

درجہ اعلیٰ (A` Level)

یہ مندرجہ ذیل دو کتابوں پر مشتمل ہے۔

1- تفسیر فہم قرآن

آیات کے درمیان ربط، لفظی ترجمہ، رواں مختصر تفسیر اور ضروری فوائد پر مشتمل یہ تفسیر بہت ہی آسان زبان میں پیش کی گئی ہے۔ اس کا اصل ماخذ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہے۔ اس کی پہلی جلد جو سوا پانچ پاروں پر مشتمل ہے چھپ کر بازار میں دستیاب ہے۔ باقی حصے زیر ترتیب و طبع ہیں۔

2- فہم حدیث:

تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ جو اگرچہ آسان زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں آپ بہت سے حقائق کی وضاحت اور بہت سے اشکالات کا جواب بھی پائیں گے۔

اس کا پہلا حصہ زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی دستیاب ہوگا۔

بہتر ہوگا کہ ان کتابوں کو کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے۔ کلاس کی صورت ہو تو زیادہ مفید ہوگا۔ طالب علموں کے پاس اپنی کتابیں ہوں تاکہ صحیح تعلیم کی صورت ہو اور پڑھے ہوئے سبق کو بآسانی دوبارہ دیکھا جا سکے۔

پڑھنے پڑھانے والے حضرات اردو زبان میں اس کورس کے ہونے کو نعمت سمجھیں۔

مردانہ و زنانہ دینی و دنیوی تعلیمی ادارے بھی اس کورس کو ضرور دیکھیں اور اس کی افادیت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

نوٹ: مصنف کی کسی بھی کتاب سے اس کا کسی قسم کا مالی مفاد وابستہ نہیں ہے۔

ادارہ تعلیمات دینیہ جامعہ مدنیہ جدید۔ محمد آباد۔ رائے ونڈ روڈ۔ لاہور